پرچہ سوا آنہ

اتحاد نمبر ۳۲
جلد۳
۸ اگست
سنہ ۱۹۲۶ع

شرح قیمت
سالانہ ۴ روپیہ
قیمت ششماہی
۲ روپیہ ۸ آنہ
قیمت سہ ماہی
۱ روپیہ ۸ آنہ
قیمت سالانہ
ممالک غیر
دس شلنگ

اڈیٹر علی بہادر خان بی ایس سی (علیگ)

ترکستان میں زراعتی اصلاحات

ترکستان کے کسان زراعتی اصلاحات کے متعلق سویٹ احکامات سن رہے ہیں -

سلسلۂ گفتگو یہاں تک پہونچا تھا کہ لوری بندر اسٹیشن آگیا۔ عزیز اور دیگر احباب استقبال کیلئے تیار کھڑے تھے، ٹرین رکتے ہی بغلگیری کا سلسلہ شروع ہوا۔ محمود نے اترتے ہی سب سے پہلے عزیز سے دریافت کیا

"کوئی نئی بات تو نہیں پیدا ہوئی؟"

"کچھ نہیں، سب خیریت ہے، بس تمہارے آنکی دیر تھی، سب کچھ ملیار ہے"

"ابا جان کی رائے میں کچھ تغیر ہوا؟"

"نہیں، وہ تو پرانی لکیر ہی پیٹے جاتے ہیں، کہتے ہیں انگریزی پڑھ کے سلیمہ کا دیدہ پھٹ گیا ہوگا۔ وہ فیشن کی دلدادہ ہے، ایسی لڑکی سے شادی کرنے کے لئے میں تو ہرگز اجازت نہیں دونگا"

"اماں جان نے کچھ نہیں سمجھایا؟"

"واہ اونکو تو یقین دلایا گیا ہے کہ سلیمہ اگر گھر میں آئی تو تمہاری ذرا عزت نہیں رہیگی، اوس نے چار حرف کیا پڑھ لئے ہیں کسی کو دھیان میں ہی نہیں لاتی اسکو بیوقوف سمجھتی ہے"

"یہ حالات یاس انگیز تو ضرور ہیں، مگر خیر مجھے تو اپنی آئندہ زندگی کا خیال کرنا ہے، اگر ماں باپ کو وہم ہوگیا ہے تو اس کا علاج میرے پاس نہیں ہے، سلیمہ میرے لئے موزوں ہے اور میں ضرور اوسی سے شادی کرونگا"

سلیمہ مانجھے میں بیٹھی ہے، دماغ میں آئندہ زندگی کے نقشے بنتے ہیں اور بگڑتے ہیں، محمود کی شکل آنکھوں میں پھر رہی ہے، بچپن کے کھیل یاد آرہے ہیں۔ جبکہ مستقبل کی لاعلمی میں دونوں گھنٹوں کھیلتے، لڑتے، روٹھتے مناتے تھے، یہ خبر نہیں تھی کہ آئندہ یہ نازنین شاگرد اوسکی رفیق زندگی ہونیوالی ہے، سلیمہ کے نکاح میں ایک ہی دن باقی تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ اوسے تنہا چھوڑ دیا جائے، تاکہ وہ ان خیالات وتصورات کا پورا لطف اٹھائے، لیکن بدقسمتی سے یہ دن اُس کے لئے بہت ہی تکلیف دہ ثابت ہوا۔ اوسکی ماں تو روشن خیالی کے اثرات بہت کچھ قبول کرچکی تھی۔ مگر ابھی تک دادی بھی حیات تھیں جو قبر میں پاؤں لٹکائے ہونے کے باوجود گھر میں پورا تسلط واقتدار رکھتی تھیں، مجال ہے کوئی اونکی بات رد کردے ذرا کسی نے ریت رواج کی بات میں مخالفت کی اور دادی اماں نے طوفان برپا کردیا۔ انھوں نے بیچاری سلیمہ کا ناک میں دم کردیا۔ صبح سے شام تک چھو چھو دفعہ نذر اترتی تھی۔ کبھی مرچیں جلائی جاتی تھیں۔ کبھی تیل ماش صدقے کیا جاتا تھا۔ دادی اماں نے نکاح کی ساعت دیکھنے کیلئے رمالوں کو بلایا تھا۔ سلیمہ کے ہاتھوں میں پالنسے دیدئے گئے اوس غریب سے جیسے کہا گیا اوس نے اونکو پھینکدیا۔ پالنسہ پھینکنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ جس روز نکاح قرار پایا تھا اوسمیں صرف شب کے ۱۰ بجے نکاح کیلئے سعید ساعت نکلی، زائچہ کے اس حکم کے مطابق اندر سے باہر تک ہدایات جاری کردی گئیں۔ پھر دو آدمی دھنو کرا کے بٹھائے گئے اور ایک نقشہ نکالا گیا۔ جس سے یہ معلوم کیا جاتا تھا کہ دولہا ودلھن کی آئندہ زندگی کیسی گذرے گی، دادی اماں نے اون دونوں آدمیوں سے آنکھ بند کرا کے نقشہ پر انگلی رکھوائی، اور اسی طرح آنکھ بند کرا کے ایک خانہ پر سلیمہ سے انگلی رکھوائی، تینوں خانوں کے حروف کو ملا کر یہ نتیجہ نکالا گیا کہ بیوی میاں پر حاکم رہیگی، اور گو لڑائی جھگڑا آپس میں ہوگا۔ مگر صلح جلد ہوجایا کریگی۔ پھر دادی اماں نے اکیس پرچیوں پر "ہونا" اور اکیس پر "نہ ہونا" لکھوایا۔ ان پرچیوں کو جائے نماز کے نیچے دبا دیا۔ پھر سلیمہ سے کہا کہ ایک پرچہ بسم اللہ اور چاروں قل پڑھ کر نکال لے، سلیمہ نے بہت پس وپیش کیا۔ مگر دادی اماں کا حکم کس طرح ٹالا جاسکتا تھا۔ اگر ذرا سرتابی کرتی تو خطرہ تھا کہ شادی میں کھنڈت پڑجائے، اس لئے چاروناچار ایک پرچی نکالی حُسن اتفاق سے "ہونا" والی پرچی نکلی۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا گیا کہ رشتہ مبارک ہے ضرور ہونا چاہئے، یہ مرحلہ طے ہونیکے بعد خوشی کا اظہار کرنے کیلئے چند گیت گائے گئے، پھر سلیمہ کے آگے ایک انگیٹھی لاکر رکھدی گئی، جس پر دیگچی میں میٹھے چاول پکے ہوئے تھے، اوس سے کہا گیا کہ اس میں سے بسم اللہ کرکے چاول پلیٹ میں نکالو۔ تاکہ دولھا کو بھیجے جائیں۔ اگرچہ سلیمہ ان رسموں سے بہت متنفر ہورہی تھی۔ مگر اس رسم میں کچھ ایسی بات تھی جس سے اوسے بھی دلچسپی پیدا ہوگئی، یہ خیال کس قدر مسرت انگیز تھا کہ میرے نکالے ہوئے چاول محمود کے پاس جائیں گے، پھر ایک بیڑا پان کا سلیمہ سے منہ اکر چاولوں پر رکھدیا گیا۔ دادی اماں نے اس پلیٹ کو ایک دوسری پلیٹ سے ڈھکا۔ اور زرد کپڑا لپیٹ کر اوپر سے سرخ کلاوے سے باندھ دیا۔ پھر اوس پر ہلدی، سیاہ مرچ پیسی ہوئی چھڑکدی۔ تاکہ کسی کی نظر نہ لگ جائے،

سلیمہ کے پاس ایک رشتہ کی بہن امینہ اکثر بیٹھی رہتی تھی، ذرا دادی اماں باہر آئیں کہ سلیمہ نے کہا "اللہ

آئینہ! کوئی تو تدبیر کرو کہ یہ مصیبت دور ہو۔ دادی اماں کے دماغ میں تو نہ معلوم ان خرافات کی کتنی پوٹ بھری ہوئی ہے۔ میں تو تنگ آ گئی۔" سلیمہ پوری طرح شکایت نہ کرنے پائی تھی کہ دادی اماں کا حکم آیا کہ گود بھرنے کی رسم کا جلد انتظام کیا جائے، کھیلیں بتاشے ایک طباق میں لائے گئے، سلیمہ کے چاروں طرف محلہ کی عورتیں ڈھول لیکر بیٹھ گئیں۔ ادھر تو گیت شروع ہوئے اُدھر ایک ایسی عورت کو بلایا گیا جو بڑھیا ہو گئی تھی۔ مگر اس کا شوہر زندہ تھا۔ اور دونوں کی تمام زندگی خوشی میں گزری تھی۔ اس عورت نے پہلے سلیمہ کے بائیں ہاتھ کی چھنگلیا میں مہندی لگائی، پھر چٹ چٹ چہرے کی بلائیں لیں اس کے بعد "اللہ راج سہاگ ہمیشہ قائم رکھے" کہکر گود میں کھیلیں بتاشے ڈال دئے، کھیلیں ڈالتے وقت گیت روک دئے گئے تھے، مگر بڑھیا کی زبان سے جیسے ہی دعائیہ فقرہ ختم ہوا خوب زور شور سے گیت شروع کر دئے گئے، ادھر تو سلیمہ پر یہ کچھ گزر رہی تھی، اُدھر محمود بالکل آرام سے تھے، عزیز کے گھر اونکا قیام تھا۔ وہاں کوئی رسم و سنت کا قائل نہیں تھا۔ دوست احباب جمع تھے، پرلطف باتیں ہو رہی تھیں، اتنے میں عزیز کا چھوٹا بھائی نصیر آیا۔ نصیر کی عمر آٹھ برس کی تھی۔ اس لئے وہ سلیمہ کے گھر میں آزادی سے آتا جاتا تھا۔ اور اسوقت بھی وہیں سے آیا تھا۔ اس نے دادی اماں کے سب تماشے دیکھے تھے، آتے ہی محمود کے پاس پہونچا اور کہنے لگا "ہم بھابی جان کو دیکھنے گئے تھے" محمود نے ہنسکر کہا "مگر یہ آپ مجھ سے کیوں فرما رہے ہیں، آخر اتنے اور آدمی بھی تو ہیں، جاؤ میرے پاس سے" عزیز نے نصیر کو اپنے پاس بلا لیا۔ اور اب تو ہر شخص کی طرف سے اوسپر سوالوں کی بھرمار ہونے لگی، "دلھن کیا کر رہی تھی" "بھابی جان کپڑے کیسے پہنے تھیں، خوش خوش نظر آتی تھیں یا چپ چاپ بیٹھیں" "بھائی محمود کو پوچھتی تھیں یا نہیں" غرضکہ اب نصیر سے ہر قسم کے سوالات پوچھے جانے لگے، محمود نے بہتیرا کہا کہ "بھئی نصیر تم اسوقت چلے جاؤ، دیکھو تمھیں ادھر تمھاری اماں بلاتی ہیں" مگر اب کون جانے دیتا ہے، نصیر نے پوری سرگذشت کمال سادگی کے ساتھ ہنس ہنس کر سنائی ہر طرف سے فرمائشی قہقہے اور چھیڑ چھاڑ شروع ہو گئی، محمود بولا کہ "تم لوگوں کو مذاق سوجھا ہے وہاں وہ بیچاری مصیبت میں پھنسی ہے" (باقی آئندہ)

حکومت بنگال نے پنڈت مدن موہن مالوی اور ڈاکٹر مونجے کو دفعہ ۱۴۴ کے ماتحت دو ماہ تک کلکتہ جانے سے روک دیا ہے۔

انجمن ضیاء الاسلام بمبئی نے ریاست حیدرآباد کے متعلق حکومت ہند کے خلاف احتجاج کیا ہے۔

خسرو جہاز حاجیوں کو لیکر ۳ اگست کو جدہ سے روانہ ہوا۔ اور ۱۵ اگست کو بمبئی پہونچے گا۔

واقعات اور رائیں

قلمرو نظام اور حکومت ہند

اگرچہ افواہوں کی انتہا نہیں مگر اتنی صداقت سے تو انکار نہیں ہوسکتا کہ حکومت ہند نے ریاست حیدرآباد کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرکے اپنی شاہنشاہیت کا ثبوت دیا ہے، مسئلہ برار میں "وفادار دوست" نے جس مساوات کا دعویٰ کیا تھا اوس کے بعد برطانیہ کے حریم سیاست میں نظام کو ترکی بہ ترکی جواب دینے کی کوئی اسکیم طیار ہونا تعجب خیز واقعہ نہیں۔ فی الحقیقت حکومت برطانیہ اس دعوے کا عملاً ثبوت پیش کر رہی ہے کہ حیدرآباد اوسکی سیادت میں ہے، برطانوی مدبرین سے یہ توقع نہیں ہوسکتی کہ وہ نظام اور انکے خاندان کی اوس امداد و اعانت کا احساس کریں جو دوسو برس سے برطانیہ کیلئے وقف رہی ہے، اگر فرانس و برطانیہ کی جنگ کے وقت حکومت نظام غیر جانبدار بھی ہوجاتی تو تاج برطانیہ "سب سے بیش بہا جواہر" سے محروم رہتا۔ یا اگر ۵۷ء کے غدر ہی میں نظام کی طاقت انگریزوں کے خلاف ہوجاتی تو ہندوستان میں آج یونین جیک کا نشان بھی نہ ہوتا۔

اعلیٰحضرت حضور نظام نے جو اعلان اس بارہ میں شائع کیا ہے اور حالات کی اہمیت کو کم کرکے دکھانے کی کوشش کی ہے اس سے مسلمانوں کو اطمینان نہیں ہوسکتا، جب تک خود حکومت ہند کا سرکاری اعلان اس امر کا یقین نہ دلائے کہ جو سفارشات حکومت ہند نے کی ہیں وہ محض دوستانہ ہیں اور اُن کے رد و قبول پر حضور نظام کو کامل اختیار ہے نیز یہ کہ کوئی بالواسطہ یا بلاواسطہ دباؤ اون کے تسلیم کرانے کیلئے نہیں ڈالا گیا ہے اوسوقت تک جو اضطراب مسلمانوں میں پیدا ہوگیا ہے، وہ کم نہیں ہوسکتا۔ سب سے اہم یہ ہے کہ حیدرآباد کے انتظامی شعبوں میں انگریزوں کا وجود کبھی اطمینان کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاسکتا۔ اور اس بارے میں خواہ نظام سے بھی رضامندی کا اعلان کرا دیا جائے ایسے اعلان سے رائے عامہ متاثر نہیں ہوسکتی۔ جو اعلانات کامل آزادی کی فضا میں نہیں ہوتے اونکی کوئی وقعت نہیں جس طرح مہاراجہ نابھہ کی معزولی کا نام "اختیاری دستبرداری" ہوسکتا ہے اسی طرح جبراً انگریزوں کی خدمات قبول کروانے کے بعد بھی کہا جاسکتا ہے کہ اعلیٰحضرت نے اپنی خوشی و مرضی سے انگریز "ماہرین" کی خدمات حاصل کی ہیں۔

مجلس تعلیمات بمبئی کا مشورہ

مجلس تعلیمات بمبئی نے عرصۂ دراز کی جدوجہد کے بعد آخرکار صحیح راہ اختیار کی۔ اور جو لوگ جدید نصاب کے مخالف تھے اونہیں سے چیدہ چیدہ حضرات کو ملا کر تمام "شکایات" سنیں۔ مسٹر فاضل رحمت اللہ، مسٹر ڈمنگر اور مسٹر بومن بہرام سب کمیٹی کے ارکان تھے، جنھوں نے نہایت فراخدلی اور صبر کے ساتھ دو گھنٹہ تک اعتراضات سُنے، اور بظاہر معلوم ہوتا تھا کہ اب اُنھوں نے رائے عامہ کو ٹھکرانے کی پالیسی ترک کردی ہے، چونکہ کمیٹی کا جلسہ اخبارات کیلئے کھلا ہوا نہیں تھا۔ لہذا ہم مناسب نہیں سمجھتے کہ تمام بحث و مباحثہ کی تفصیلات پیش کریں۔ صرف اتنا کہا جاسکتا ہے کہ غالباً بہت سی غلط فہمیاں رفع ہوگئی ہوں گی، اور کمیٹی غور و خوض کے بعد ایسی سفارشات کارپوریشن کے سامنے پیش کرے گی جس سے ملک کی شکایات ختم ہوجائیں۔

ایران لیگ اور قونصل ایران

ایرانیان بمبئی کی سیاسیات میں جو اختلافات عرصہ سے رونما ہیں اونپر جس قدر بھی افسوس کیا جائے کم ہے، یہ حقیقت محتاج تشریح نہیں کہ یہ اختلافات بعض حضرات کی خود غرضانہ جدوجہد کا نتیجہ ہیں۔ حال ہی میں چند اصحاب نے ایران لیگ کو ایک مراسلہ ارسال کیا ہے جس میں قونصل ایران متعینہ بمبئی کی خدمات حسنہ کا اعتراف کرانے اور اس قسم کا ایک سرٹیفکٹ عطا کرنے کی درخواست کی ہے، ہر شخص کو جو قونصل بمبئی سے دوستانہ تعلقات رکھتا ہو، یا اونکی شخصیت کو ایران اور ایرانیوں کے لئے مفید سمجھتا ہو اپنی ذاتی حیثیت میں ایران لیگ سے ایسی درخواست کرنیکا حق حاصل ہے، لیکن یہ افسوسناک حقیقت ہے کہ مراسلہ نگاروں نے ایران لیگ سے یہ درخواست اپنی ذاتی حیثیت میں نہیں کی بلکہ خود کو ایرانیان بمبئی کا ترجمان اور لیڈر بھی ظاہر کرنے کی کوشش کی۔ ان حضرات میں مسٹر اصفہانی محمد حسین وہدشتی اور محمد تقی افشار بھی ہیں۔ جو اسی طرح کچھ عرصہ قبل سربرآوردہ ایرانیان بمبئی کے نام سے ایرانیان بمبئی کی ترجمانی کا ادعا کرچکے ہیں۔ اوسوقت متعدد ایرانیان بمبئی نے اس قسم کی نمایندگی پر احتجاج کیا تھا۔ اور ہم دیکھتے ہیں۔ کہ آج پھر اوسی قسم کے واقعہ کا اعادہ ہو رہا ہے جس کی وجہ سے معزز ایرانیوں کو مختلف اخبارات میں تردید کی ضرورت محسوس ہوئی ہے، ہمیں امید ہے کہ ایرانیان بمبئی میں سے کوئی صاحب آئندہ بغیر مشورہ نمائندہ بننے کی کوشش نہ کرینگے، اور جو کام کرینگے اوس سے قبل باہمی مشورہ کی تکلیف ضرور گوارہ کرینگے، بلکہ بہتر یہ ہے کہ تمام ایرانی حضرات ایک جلسہ عام کرکے ایک انجمن کی تشکیل کرلیں۔ جو ہر وقت اونکی ترجمانی کرسکے۔

بغداد میں یہ تجویز حکومت کے زیر غور ہے کہ شادی کے وقت لڑکی اور لڑکے کا طبی معائنہ ہو، خیال ہے کہ یہ قانون صرف عیسائیوں کیلئے ہوگا کیونکہ اُن کی آزادروی کے باعث انھیں شادی میں دقتیں پیش آتی ہیں۔

لندن کے وکٹوریہ البرٹ میوزیم میں چوری ہوگئی، ایک بکس میں ۴۴ قیمتی رومی و مصری سکے رکھے تھے جو غائب ہیں۔

ضروری تصحیح

اتحاد نمبر ۳۰ میں "صدائے توحید" کی جو قسط شائع ہوئی ہے، اوس میں کاتب صاحب کی عنایت سے ایک فاش غلطی ہوگئی ہے، اسلام کی قبولیت عامہ کا ذکر کرتے ہوئے یہ لکھا گیا تھا کہ "آج جن متعدد اماموں کی تقلید کروروں مسلمان کر رہے ہیں وہ سب عرب نہیں ہیں" اس کی بجائے کاتب صاحب نے لکھدیا کہ "آج جن چار اماموں کی تقلید کروروں مسلمان کررہے ہیں، وہ عرب نہیں ہیں" ناظرین اس غلطی کی تصحیح فرمالیں۔

مسٹر عمر سوبانی کے مقدمہ میں چونکہ کرونر اور جیوری کی رایوں میں اختلاف تھا اس لئے معاملہ ہائی کورٹ کو بھیجدیا گیا

بمبئی کے پھیری والوں نے ایک جلسۂ عام میں میونسپلٹی کے عائد کردہ ٹیکس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی ہے،

رضا خاں پہلوی شاہ ایران نے اپنی پارلیمنٹ کے اجلاس میں نہایت مسرت سے یہ اعلان کیا ہے کہ ایران و ترکی کے درمیان معاہدہ طے ہو گیا ہے،

اپنی مونچھوں سے ذرا مقابلہ کرکے دیکھئے کہ ان کی مونچھیں کس فیشن کی ہیں،

ایران لیگ اور قونصل ایران

جناب ایڈیٹر صاحب اتحاد۔ ہماری توجہ ایک مراسلہ کی طرف منعطف کی گئی ہے جو چھ آدمیوں کی طرف سے پریسیڈنٹ "ایران لیگ" سر جہرجی سی ڈونشا کو بھیجا گیا ہے۔ اس مراسلہ میں یہ چھ آدمی خود کو "نمائندۂ ایرانیان بمبئی" بتاتے ہیں مراسلہ کا مقصد یہ ہے کہ "ایران لیگ" قونصل ایران کے رویہ کی حمایت میں ایک سرٹیفکٹ دیدے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ "ایران لیگ" ایسا سرٹیفکٹ دیدیگی اور اگر دیا تو "لیگ" کے اندرونی اختلافات کی حالت میں یہ سرٹیفکٹ کوئی وقعت بھی رکھیگا۔ لیکن ہم دستخط کنندگان جو ایرانی قوم کے افراد ہیں یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ یہ چھ آدمی ایرانیان بمبئی کے نمائندے کس طرح ہو گئے۔

کیا یہ لوگ بتائیں گے کہ اونہوں نے کس ضرورت کی وجہ سے لیڈی علی شاہ، آنریبل مسٹر مرزا علی اکبر خان، مسٹر مرزا علی محمد خان او متعدد دیگر ایسے آدمیوں کو نظر انداز کر دیا جو کم از کم دستخط کنندگان کی برابر تو ضرور ایرانی جماعت کے معاملات سے تعلق رکھتے ہیں

درحقیقت مراسلۂ مذکورہ کے دستخط کنندگان تین ہیں کیونکہ مسٹر نمازی تو بمبئی میں رہتے ہی نہیں اور جو دستخط کرنے کے بعد ہی بمبئی سے روانہ ہو گئے۔ کیا یہ بھی صحیح نہیں کہ مسٹر ایم۔ جے شیرازی کا قیام بھی بمبئی میں مستقل نہیں رہتا۔ وہ مشکل سے دو ہفتہ بمبئی میں جم کر رہتے ہونگے۔ مسٹر دہدشتی، مسٹر اصفہانی اور مسٹر تقی افشار کو جب ہم ایرانیان بمبئی کی نمائندگی کا دعوی کرتے پاتے ہیں تو یہ عجیب بات معلوم ہوتی

مختصر یہ کہ جن لوگوں نے "ایران لیگ" سے ایرانی قونصل کے لئے سرٹیفکٹ مانگا ہے اونکے متعلق ہم یہ تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں کہ وہ تمام ایرانیان بمبئی کے نمائندے ہیں۔ ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اونہوں نے "ایران لیگ" کے سامنے اپنی حیثیت کا صحیح اظہار نہیں کیا جبکہ اونہوں نے یہ دکھانے کی کوشش کی کہ سب دستخط کنندگان بمبئی کے مستقل رہنے والوں میں ہیں۔

ایم۔ اے۔ شیرازی
ایم۔ اے۔ نمازی
حاجی محمد ہادی دہدشتی
حاجی محمد تقی دہدشتی

مولانا مظہر الحق دوستوں کی خواہش سے بہار کونسل کی ممبری کیلئے کھڑے ہوئے ہیں۔

مصر کی اطلاعات مظہر ہیں کہ مجاہدین شام نہایت جانبازی سے نبرد آزما ہیں۔ دمشق کے گرد دس روز تک لگاتار جنگ ہوتی رہی، لیکن فرانس کو باوجود ۱۸ ہزار فوج کے کوئی فیصلہ کن کامیابی نہیں ہوئی۔

لالہ لاجپت رائے لندن سے روانہ ہو گئے ہیں۔ ۲۳ اگست کو بمبئی پہونچ جائیں گے،

بمبئی۔ میں بارش کی وجہ سے متعدد مکانات کے گرنے کی اطلاعات مل رہی ہیں۔ وہائٹ وے لیڈلا کمپنی کے سامنے ایک چار منزلہ عمارت جو گرائی جا رہی تھی خود گر گئی۔ ہارنبی روڈ پر ایک دوسری عمارت گر گئی۔

مسٹر اچ۔ بی۔ اچ دستور، بمبئی کے عارضی چیف پریزیڈنسی مجسٹریٹ مقرر ہوئے ہیں۔

مسٹر ایس۔ ایس رنگنیکر جو چیف پریزیڈنسی مجسٹریٹ تھے، بمبئی ہائی کورٹ کے جج مقرر ہوئے ہیں۔

مولانا ابو الکلام آزاد اور پنڈت موتی لال نہرو وغیرہ نے انڈین نیشنل یونین کے نام سے ایک جماعت قائم کی ہے۔ جو فرقہ وارانہ جذبات کو مٹا کر بہترین شہری زندگی بسر کرنے کی ترغیب دیگی، ہر مذہب و ملت کے لوگ جو کسی فرقہ وارانہ جماعت سے تعلق نہ رکھتے ہوں اس کے ممبر ہو سکتے ہیں۔

"فتی العرب" کا بیان ہے کہ شاہ ایران لندن اور بیروت ہوتے ہوئے یورپ جا رہے ہیں۔

مظلومین شام کی امداد کیلئے سوریہ کی امدادی کمیٹی نے ایک دردناک اپیل شائع کی ہے،

اعلان خاص

علماء اسلام کی خدمت میں بہایت ادب سے لعباد تسلیم مسنون گزارش ہے، کہ انجمن معین الابرار کیواسطے علماء، فاضلین اور فضلاء کاملین کی اشد ضرورت ہے، کہ جلسۂ مجلس شوریٰ میں بنا براراکین شامل ہوکر مفید ہدایات سے کافۂ اسلام کو مستفیض فرمایا کریں۔ اور سرکار انگلشیہ سے مسلمانوں کو جائز حقوق دلانے میں عرق ریزی اور جانفشانی کریں۔ مذکورہ بالا ممدوح صاحبان بذریعہ پوسٹ کارڈ یا لفافہ اپنے عنوان سے مشکور فرمائیں۔ پتہ:۔ دفتر گنج سعادت، ڈاکخانہ سانتا کروز

مہتمم انجمن معین الابرار دستوری مسجد (براستہ بمبئی)

گلشن توتھ پوڈر

اس پوڈر یا منجن کے استعمال سے دانت موتیوں کی طرح چمکنے لگتے ہیں ہیں دعوے کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اگر اس کا استعمال روزانہ کیا جائے تو بادی کی وجہ سے مسوڑوں کا درد، خون آنا، کیڑا لگنا وغیرہ دانت کی تمام بیماریاں دور ہو جائیںگی اور منہ سے تمام دن بھینی بھینی گلاب کی خوشبو آتی رہیگی، قیمت فی پیکٹ جو کہ بہت دنوں کیلئے کافی ہوگا مع برش چھ آنہ ہیں۔ تین پیکٹ سے کم نہ روانہ کیا جاسکے گا۔

وزیر اینڈ کمپنی (برانچ) کلیان منشن بمبئی نمبر ۹

القرہ اور استنبول کے درمیان لاسلکی پیغام رسانی کا سلسلہ قائم ہوگیا ہے،

بلغاریہ اور سرویہ کی سرحد پر معمولی سی جنگ ہوگئی ہے،

بریلی کے انا فسادات کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ وہاں بہت سے مسلمان لڑکے زبردستی ہندو بناکر رکھے گئے ہیں۔ پولیس تحقیقات کر رہی ہے،

معلوم ہوا ہے کہ ڈاکٹر ٹیگور یورپ سے وسط ستمبر تک واپس ہوں گے،

افریقہ کی گول میز کانفرنس سے پہلے جو دسمبر میں منعقد ہوگی، مسٹر اینڈریوز وہاں جارہے ہیں۔ تاکہ وہاں کے ہندوستانیوں سے تبادلۂ خیالات کرسکیں۔

امریکہ میں شدید طوفان آیا۔ جس میں ۲۱۵ آدمی ہلاک ہوگئے۔ اور سخت نقصانات ہوئے۔

وزارت کی مٹھائی پر سیاسی چوہوں کا حملہ

تقدیر کا فیصلہ

(از حسن عزیز جاوید)

مدحت خانم کی زندگی کا گیارہواں سال شروع ہوتے ہی مسٹر مسعود نے اسے بمبئی کے گرلز کالج میں بھجوا دیا۔ مسٹر مسعود کی اہلیہ کا انتقال ہو گیا تھا جب مدحت کی عمر صرف چار برس کی تھی۔ بیرسٹر صاحب نے تہیّہ کر لیا تھا۔ کہ اپنی اکلوتی بچی کی پرورش کی خاطر دوسری شادی نہیں کریں گے، ایک خاموش زندگی گزر رہی تھی، تجرد کی پرسکون راتیں گزارتے، اور شام کو کچہری سے واپس آنے کے لق ودق سنسان میدانوں کی طرف بیرسٹر صاحب تن تنہا سیر کرنے کیلئے نکل جاتے، جب تک مدحت خانم بمبئی نہیں روانہ کی گئی، پھر بھی راحت وسکون کا دور دورہ رہا۔ بچی کی بھولی بھولی باتوں سے مسٹر مسعود کی طبیعت بہل جاتی تھی، لیکن ان کے چلے جانے کے بعد بنگلہ ویران نظر آنے لگا۔ نشست خانہ، کھانے کا کمرہ، ملاقاتی کمرہ، خواب گاہ، غرضیکہ بنگلہ کا کونہ کونہ کاٹنے کو دوڑنے لگا۔ ان کا حلقۂ احباب محدود تھا۔ نہ کسی کلب یا لائبریری سے بیرسٹر صاحب کو تعلق وانہماک تھا دن بھر ہائیکورٹ اور دیگر عدالتوں میں مقدمات کی پیروی اور بحث ومباحثہ سے تھک کر تازہ دم ہونے کیلئے تفریح ضروری تھی، لیکن مسٹر مسعود کیلئے قطعی غیر ضروری، بزم میں جب تمام وکالت پیشہ قہقہے لگاتے تھے، مسٹر مسعود اپنی آرام کرسی پر آنکھیں بند کئے ہوئے اس طرح بیٹھے رہتے تھے، کہ گویا کوئی بڑی بات سوچ رہے ہیں۔ یا کوئی معاملہ ہی فکر دامنگیر ہے جب ان کے ملنے والے دریافت کرتے کہ مسلسل خاموشی کا کیا سبب ہے تو مسٹر مسعود جواب میں "کچھ نہیں" کہہ دیتے ٹھنڈے سانس لینا ان کا معمول ہو گیا تھا۔ پہلے باورچی، باغبان، بہرا، اور دوسرے خدمتگاروں کو ہمیشہ ہدایات اور تنبیہ کرتے رہتے تھے۔ لیکن مدحت خانم کے جاتے ہی سب سے قطعی بے پروا ہو گئے،

کالج کی لڑکیوں میں مدحت خانم ایسی نظر آتی تھیں، جیسے ستاروں میں چاند، بہت سی سہیلیاں پیدا ہو گئیں۔ شام کو چوپاٹی پر جاتی تھیں، سینما دیکھنے جاتی تھیں۔ آپس میں چہلیں کرتی تھیں، وطن کی یاد بہت کم مدحت خانم کے دل کو بیقرار کرتی تھی، البتہ جب کبھی موسیقی اور پیانو کی کلاس میں معلّمہ اسے بہترین سامعہ نوازی اور موسیقی کے لئے مبارکباد دیتی تو مدحت خانم کو احساس ہوتا کہ اس وقت کاش اس کے والد موجود ہوتے، اور اپنے کانوں سے سنتے کہ مدحت خانم نے سحرِ موسیقی میں کتنا کمال بہم پہنچایا ہے، اس کی ترنم ریزی، اس کی پُر افسوں آواز اور دلنواز لَے ہزاروں روحوں کو بیتاب اور دلوں کو مدہوش کر دینے والی تھی، تمام کالج میں مدحت کی موسیقی کا چرچا تھا، فطرت نے دلکش آواز پہلے ہی عطا کی تھی، باقاعدہ تعلیم وتربیت نے اس میں چار چاند لگا دئے، ایک دن ایسا آیا کہ بمبئی کے تمام اخبارات اور رسالوں نے مدحت خانم کے فوٹو شائع کئے، مصیبت زدگان مالابار کی اعانت میں جلسۂ سرود منعقد ہوا تھا، مدحت خانم کو کالج کی تمام پارسی، ہندو، مسلم لڑکیوں کے ساتھ گانے کیلئے مدعو کیا گیا تھا۔ حاضرین نے مدحت کی سحر موسیقی پر وجد کیا۔ اور کئی معززین نے اُسے طلائی تمغے عطا کرنے کا اعلان کیا۔

سامعین کے انبوہ کثیر میں ایک زرد رخسار نوجوان بھی ٹھٹکا کھڑا تھا۔ جس کی آنکھیں اس طرح مدحت خانم کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں جیسے پتھرا گئی ہوں یا کوئی مقناطیسیت ہو جو نوجوان کی نگاہوں کو اپنے اندر جذب کرنے کی انتہائی سعی کر رہی ہیں۔ آہ! ایک مجسم وحشت بیخودی کے عالم میں اس پریجمال مغنیہ کی آواز کے اتار چڑھاؤ پر لرزہ براندام ہے، اور کوئی نہیں جانتا کہ اس کے دل میں کون سے خیالات موجزن ہیں۔ کونسی حسرتیں، کونسی آرزوئیں، کون سے ارمان گھر بنائے ہوئے ہیں۔ وہ ایک عالم استغراق میں ہے، تخیل کی دنیا میں سیر کر رہا ہے، اس کی روح، اس کی زندگی، اس کی قوت ادراک، اور اس کے لمحات تنفس اس سراپا نور نازنین کی آواز اور موسیقی کے تاروں سے منسلک ہے،

رات کے چار بج گئے، جلسۂ سرود برخاست ہو گیا۔ لیکن وہ نوجوان ابھی تک اپنے بیداری نما خواب سے نہیں چونکا، اسی طرح تصویر حیرت بنا کھڑا رہا یہاں تک کہ مجمع کی ریل پیل نے اس کو تھیٹر ہاؤس کے باہر کر دیا۔

اس کا نام "ارشاد" ہے، اور وہ شعر وسخن کی دنیا کا تاجدار، رات جلسۂ سرود میں جب اس پر حالت وجد طاری تھی تو مدحت خانم اس کا کلام اپنی دلنواز آواز میں سنا رہی تھی، ملک کے متعدد رسائل ارشاد کی شاعری کو اپنے صفحات میں نمایاں جگہ دیتے ہیں۔ اور اتنی مقبولیت حاصل ہو گئی ہے کہ مشہور گویّے اس کے شعر وسخن کو یاد کرتے ہیں، گراموفون کمپنی نے اپنے ریکارڈوں میں ارشاد کا کلام بھرا ہے، اس کا نام سب کی زبانوں پر ہے لیکن اس کی زندگی غیر معروف اور

شخصیت بالکل گمنام ہے، افلاس زدہ آدمی جسے تعلیم کی تکمیل کیلئے بھی ناکامی ہوئی ہو، لیکن فطرت نے اس میں شاعرانہ روح ودیعت کی ہے، اس لئے یہ کالج، کسی یونیورسٹی، اور کسی تربیت گاہ کا وہ مرہونِ احسان نہیں ہوا ہے، ماں کی آغوش میں، اور باپ کے سایۂ شفقت میں معمولی نوشت وخواند اس نے سیکھی تھی، اور بس، لیکن فصاحت وبلاغت ہے اس کے ایک ایک لفظ پر سے قربان ہو رہی ہے، وہ موٹا لباس پہنتا ہے، ساحل سمندر پر اکثر ٹہلتا نظر آتا ہے، جب بازار میں سے گزرتا ہے، تو اس کی جیبیں بالکل خالی ہوتی ہیں، لیکن بے پرواشاعر کبھی نگاہِ حرص وآز سے کسی بڑے سے بڑے سرمایہ دار کی تمکنت اور دولتمندانہ حالت پر نظر نہیں ڈالتا ہے

"جواہرات میرے نزدیک ایسے سنگ ریزے ہیں جو ساحل سمندر پر بے شمار ملتے ہیں"

"دولت ایک غرور اور تکبر کی ڈھیری ہے"

"رحم وکرم انسانیت کی اعلےٰ ترین صفات ہیں"

"حیات جاوید اسی کو ملتی ہے، جو مخلوق کی نفع رسانی کیلئے اپنی تمام دولت کو قربان کردے"

"شاہ وگدا خدا کے نزدیک برابر ہیں، کیونکہ موت کے بعد دونوں یکساں پیوند خاک ہوتے ہیں"

یہی اس کے اشعار ہیں، جو مدحت نے گائے تھے، اور جب روپوں کی بارش ہوئی تھی، تاکہ مصیبت زدگان مالابار کی انسانیت کے نام پر امداد کیجائے۔

جب آفتاب کی سنہری کرنیں سمندر کی لہروں سے آنکھ مچولیاں کرتے کرتے افق مغرب کے دامن میں روپوش ہو جاتیں، اس وقت ارشاد ضرور چوپاٹی جایا کرتا تھا۔ لالٹین کے کھمبے سے ٹیک کر وہ چاروں طرف دیکھتا رہتا۔ اس کی نگاہیں کس کے تجسس میں ہوں گی، اس کا اندازہ آسانی سے لگایا جاسکتا ہے۔ جب مدحت اپنی سہیلیوں میں تبسم لئے پنہاں کے دوران میں ادھر سے گزرتی، تو یہی صورت والا شاعر مجسم حیرت بنا کھڑا رہتا۔ اس کی آنکھوں کے تلے اندھیرا چھا جاتا۔ اور ہر چند وہ کچھ کہنا چاہتا لیکن رعبِ حسن کے آگے کچھ نہ کہہ سکتا۔ مدحت آتی اور نکل جاتی۔ اور شاعر سنگینی بت کی مانند تکتا رہجاتا۔

● جذبِ صادق میں بلا کی طاقت ہوتی ہے ایک دن دو دن چار دن مہینہ دو مہینے حتیٰ کہ پورا برس گزر گیا۔ اور ارشاد "کسی پہرے دار کی طرح جو اپنے فرائض منصبی کیلئے کھڑا رہتا ہو، چوپاٹی کے پاس ایستادہ رہنے لگا۔ خاموش اور بیخود، جاڑے ہوں یا گرمی، برسات ہو یا بہار، ہر موسم میں شام کے وقت شاعر کا یہ فرض ہو گیا تھا کہ کھمبے کے پاس ایستادہ رہے، یوں تو وہ دل ہی دل میں کچھ گنگناتا رہتا۔ لیکن مدحت کی آمد کے وقت بالکل ساکت ہو جاتا تھا۔ پھر وہ آئے چاہے نہ آئے، وہ ضرور آکے کھڑا ہوتا کبھی کبھی ایک ایک ماہ اس کی صورت نہیں نظر آتی، نہ اس کی سہیلیاں آئیں، مگر بیچارے شاعر کو کیا معلوم کہ وہ تعطیل منانے گھر گئی ہیں۔

جس دن مدحت کی زیارت سے فیضیاب ہو جاتا۔ تو وہ ارشاد "کی راتیں پُرکیف گزرتیں، اور اسے یقیناً خواب میں نظر آتا کہ ایک سرسبز باغ میں وہ مدحت کے ہاتھ میں ہاتھ دیے ہوئے ٹہل رہا ہے، لیکن جب مایوس نظارہ ہو کر وہ پلٹتا، تو ہجران نصیب آدمی کی طرح تارے گنتے میں رات گزر جاتی۔ وہ اشعار میں اپنے سوز دروں کو ظاہر کرتا اور پھر رسالوں میں اشاعت کیلئے بھیجدیتا۔

مدحت اکثر رسالے پڑھتی اور ارشاد کا کلام انتخاب کر لیتی تھی۔ اکثر اشعار پڑھ کر وہ چونک اٹھتی، کیونکہ شاعر ان میں اس حسن مجسم سے اپنی محبت ظاہر کرتا۔ جو روز شام کو اپنی ہمجولیوں کے ساتھ اداۓ تبسم کے ساتھ چوپاٹی جاتی ہے،

"کتنا اعلیٰ تخیل ہے! کیا یہ کوئی نوجوان شاعر ہوگا۔؟" ہمیشہ جب مدحت پیانو پر ارشاد کے گیت گاتی، اسے یہ خیال ضرور گزرتا۔ اس کے واہمہ نے ارشاد کا خیالی مجسمہ بنا کر تیار کر دیا تھا، جو بہت حسین، بہت مرغوب نظر، نوجوان ہے، جو مدحت کے پیانو کے ہر ایک پردے کی لحن پر رقص ہو، لیکن نہ محض یہ بلکہ اسے اس زرد رو آدمی کا بھی رہ رہ کر خیال آجاتا تھا۔ جو روزمرہ لالٹین کے ایک ہی کھمبے کے پاس ایک ہی حالت میں بت کی طرح اسے کھڑا ملتا۔ اس طرح کھڑا ہوا، گویا مومیائی ہو! مدحت نے بار بار اپنی سہیلیوں کے سامنے اس آدمی پر حیرت ظاہر کی، لیکن انھوں نے جب کہا کہ " اونہہ ہوگا کوئی! " وہ چپ ہو گئی، ہزاروں دفعہ اس کے جی میں آیا کہ خاموش آدمی کے پاس جائے، اور حال دریافت کرے، کیونکہ اس کی آنکھیں کسی کے رحم وکرم کی طالب تھیں مگر سہیلیوں نے نہیں جانے دیا۔

مدحت نے بار بار سوچنے کی کوشش کی، کہ " وہ کیوں روکتی ہیں؟ کیوں نہیں جانے دیتیں؟ تو اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ بالآخر اس نے اکیلے نوجوان سے ملنے اور اس کی کیفیت پوچھنے کا عزم کیا۔ شام ہوتے ہی اس کی سہیلیوں نے بلایا، لیکن اس نے عذر کر دیا۔ اور وہ نہیں گئی، پھر جب اس کی ہمجولیاں چلی گئیں، تو وہ دبے پاؤں اٹھی، اور دام

آئینے میں اپنی صورت دیکھی، بال سنوارے، عطریات کا استعمال کیا۔ اور روزمرہ کا لباس پہن بعد ڈرائنگ روم سے نکل کھڑی ہوئی۔

باوجودیکہ تین دفعہ اس کا قصد ہوا کہ پلٹ چلے اس نوجوان سے اکیلی نہ ملے، مگر پھر بھی اس کا جی نہ مانا اور وہ چوپائی بھیجکی۔ اِدھر اُدھر دیکھا کہ کوئی دیکھتا نہ ہو پھر اس خاموش آدمی کے پاس پہنچی۔ جو سوزِ دروں میں جل بھن رہا تھا۔ مدحت نے متحیر تعجب انگیز آواز سے کہا۔

" میں روز دیکھتی ہوں کہ آپ یہاں کھڑے رہتے ہیں۔ آخر کیا بات ہے؟ میری ہمدردانہ اور خدمتگزاری کے لائق کوئی کام ہو تو کہئے؟ "

" مدحت خانم! میں صرف تمھیں ایک نظر دیکھنے کھڑا رہتا ہوں۔"

مدحت اپنا نام سُنکر سہم گئی اور بولی، میں! تمھیں میرا نام کیوں کر معلوم ہوا۔؟ "

اُس نے ہنسکر جواب دیا " کیا تم مصیبت زدگان ملا بار کی اعانت کے جلسہ میں مصروف ترنم نہیں تھیں؟ کیا تم میرے گیت نہیں گا رہی تھیں؟ "

اب مدحت خانم نے نوجوان کو بغور دیکھنا شروع کیا۔ اور چند منٹ تک اُسے سر سے پیر تک دیکھنے کے بعد گویا ہوئی:" ارے ـــــ کیا ارشاد آپ ہی ہیں؟ "

" ہاں اسی بدنصیب کو ارشاد کہتے ہیں! "

اے خدا! اے خدا!

" میں آپ ہی کے انتظار میں روز چشم براہ رہتا تھا ـــــ

" اور میری مجرمانہ غفلت! اُف! میری بے اعتنائی" اب آنسوؤں کے قطرے اس کی سیاہ چمکدار آنکھوں سے بہ کر سفید رخساروں پر جمع ہونے لگے، جنھیں ارشاد پونچھ رہا تھا۔

واقعات ماسبق کو گزرے دو برس کا عرصہ ہوا۔ مدحت کالج سے فارغ التحصیل ہوگئی۔ اور اپنے وطن واپس آگئی ہے، مسٹر مسعود کا بھی وہی بنگلہ جہاں ہو کا عالم رہتا تھا۔ اب ایک مرتبہ پھر دلفریب مقام بنگیا۔ دن کے سناٹے میں اور رات کی تاریکی میں ہمیشہ وہاں پیانو بجا کرتا۔ مدحت کے آجانے سے مہذب نوجوانوں کا اچھا خاصہ مجمع وہاں رہنے لگا۔ ہر ایک اپنے دل میں یہی ارمان پوشیدہ رکھتا تھا۔ کہ مدحت سے دوستی بڑھائے اور اُسے اپنا فریفتہ کرے، کوئی شک نہیں کہ وہ آزاد سوسائٹی میں رہتی تھی۔ لیکن وہ کسی سے اتنی بے تکلف نہیں تھی۔ اس کی ہر ادا میں شرم اور حجاب کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ وہ بہت کم گفتگو کرتی۔ اور آنیوالوں سے بہت کم مخاطب ہوتی۔ لیکن نہ اس قدر محجوب تھی کہ غرور وتمکنت ہویدا ہو۔

مدحت کسی کی تواضع میں دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتی تھی۔ البتہ والد کی عدم موجودگی میں کسی سے ملاقات نہیں کرتی تھی۔ اکثر موقعے آئے، جب مسٹر مسعود اپنے احباب کو مدعو کرتے تو مدحت وقار متانت سے ہر ایک میزبان کی مزاج پرسی کرتی اور ان کی تواضع میں مصروف رہتی۔

ارشاد نے بھی چند روز بعد بمبئی کو خیر باد کہدیا اور وہیں آکر رہنے لگا۔ وہ بھی اور ملاقاتیوں کی طرح اس کے ہاں آنے جانے لگا۔ لیکن مسٹر مسعود صاحب اس سے خندہ پیشانی سے نہیں ملتے، البتہ مسٹر احسان جو احسان اینڈ کمپنی کے لکھ پتی تاجر تھے اور مسٹر جواد تازہ وارد بیرسٹر کی وہ بہت زیادہ آؤبھگت کرتے، اور ان کا خیال تھا کہ مدحت کو انہی دو میں سے ایک کو اپنا آئندہ شوہر منتخب کرنا ہوگا۔ لیکن مدحت اپنے والد کی پسند کو خود ناپسند کرتی تھی۔ جب کبھی اس سے باپ نے شادی کا ذکر چھیڑا اور ان کے نام لئے، تو "میں نہیں کروں گی!" اس نے کہدیا۔

صبح جب مدحت اپنے بال سنوار رہی تھی، تو مسٹر مسعود نے آواز دی۔

" مدحت! مدحت! "

" جی اباجان حاضر ہوئی " کہتی ہوئی وہ فی الفور اپنا ہلکہ عنابی جوڑا پہنے ہوئے اس کے پاس چلی گئی۔ مسٹر مسعود کسی گہرے خیال میں مستغرق تھے، ان کا سگار، جو میز پر رکھا تھا، قریب قریب بجھ چکا تھا۔ اس کے پیروں کی چاپ سُنکر انھوں نے آنکھیں کھول دیں۔ اور اشارہ کیا کہ کرسی پر بیٹھ جاؤ۔

مدحت چپ چاپ بیٹھ گئی،

" تمھارا سن اب بیس برس کا ہوگیا ہے۔"

" تو پھر اباجان! "

" اب جلد بتاؤ کہ شادی کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے! "

مدحت نے کوئی جواب نہیں دیا۔

" اچھا کیا احسان کو پسند کرتی ہو یا جواد کو ایں ـــــ جلدی جواب دو "

" آپ نے اور لوگوں کے نام کیوں نہیں لئے اباجان؟ "

" اور لوگ ـــــ ہونہہ ـــــ خوگیر کی بھرتی ہیں اور لوگ! "

" اچھا اور ارشاد؟ کیا وہ بھی آپ کے پسند نہیں ہے؟ "

" مدحت تم بالکل احمق ہو "ارشاد" دو کوڑی کا آدمی ہے، معلوم نہیں تمھیں اس کی کونسی ادا پسند ہے؟ اک یہی نا کہ وہ شاعر ہے اور تم اس کے بنائے ہوئے گیت بہت شوق سے گاتی ہو۔ لیکن یہ تو دیکھو

کہ وہ نہ دولتمند ہے۔ نہ اتنا قابل کہ بآسانی چار چھ ہزار ماہانہ کی آمدنی اُسے ہو جائے، تاکہ تم فارغ البالی سے زندگی بسر کر سکو،

"ابا جان، شاعر ہمیشہ غریب ہوتے ہیں۔ غالب اور اس کے ہمعصر شعراء پر نظر کیجئے ملٹن کو دیکھئے اور شاعروں کو دیکھئے"

"نہیں میں اسے پسند نہیں کر سکتا"

مدحت خانم کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ اور اُس نے ایک ٹھنڈا سانس بھر کر گردن جھکالی۔ ممکن ہے کہ وہ سوچنے لگ گئی ہو کہ میں اس کے سوائے کسی کو پسند نہیں کروں گی،

مسٹر مسعود نے کہا: "اچھا میں تمہیں دو دن کا موقع دیتا ہوں، سوچ کر جواب دو۔ لیکن ارشاد کے ساتھ ہرگز نہیں ہو سکے گی"

بھولی لڑکی گردن جھکائے ہوئے کمرے سے باہر نکل آئی اور اپنی خوابگاہ میں مسہری پر اوندھے مُنہ جا گری اور سسک سسک کر رونے لگی،

ارشاد آج حسب معمول مسٹر مسعود کے بنگلے پر گیا اس کے آنے کے قبل جواد، احسان اور دیگر نوجوان آچکے تھے، اور ملاقاتی کمرے میں باتیں کر رہے تھے، مدحت پھاٹک کے قریب سفید گون پہنے ٹہل رہی تھی، اس کے چہرے سے آثار تفکر ظاہر تھے، ارشاد نے آتے ہی جھک کر سلام کیا اور مزاج پُرسی کی، مدحت کے دونوں ہونٹ لرزنے لگے، اور اُس نے مدھم آواز میں تھر تھر کانپتے ہوئے کہا: "ارشاد اب مزاج مت پُوچھو، والد نے فیصلہ کیا ہے کہ جواد یا احسان دو میں سے کسی کو پسند کروں، اور انہی میں سے کسی کے ساتھ قیامت تک کیلئے میرا دامن وابستہ کر دیا جائیگا۔ لیکن میری مرضی ہرگز پاپوش سے نہیں ٹھکرائی جا سکتی، میں نے انکار کر دیا ہے، مجھے وہ دونوں زہری سانپ نظر آتے ہیں، جو ہر وقت ڈسنے پر آمادہ ہیں! مسٹر ارشاد کل تم مجھے زندہ نہ پاؤ گے، لیکن دیکھو (ابدیدہ ہو کر) خدا کی قسم مجھے مت فراموش کرنا۔ تمہاری غربت پر سے قارون کی تمام دولت قربان!"

ارشاد بھی کھڑا کھڑا زار و قطار رو رہا تھا۔ گویا کوئی خاموش شمع جل رہی ہو!

تھوڑی دیر بعد دونوں سسکتے ہوئے ایک دوسرے سے جدا ہوئے، ارشاد جیسا آیا تھا ویسا ہی چلا گیا۔ اور مدحت اپنی خوابگاہ میں داخل ہو گئی، مسٹر مسعود نے اسے بلا بھیجا تھا۔ لیکن اس کے سر میں درد تھا اس لئے وہ نہ جا سکی۔

شام کو وہ اپنے والد کے ساتھ ٹہلنے نہیں گئی،

چنانچہ مسٹر مسعود تنہا روانہ ہو گئے، ان کے جانے کے بعد وہ اٹھی، کسی ملازم سے کچھ نہیں کہا۔ بہت ہی اضطراب میں بھری ہوئی اپنا بٹوا لئے ہوئے باہر چلی گئی، کشمیری بازار میں کرنیل نکسن کی دوکان پر پہونچی، جہاں بندوق، پستول وغیرہ فروخت ہوتے ہیں۔ اُس نے اپنا پستول بتایا اور منیجر سے جوش و خروش کے عالم میں کارتوس قیمتاً طلب کئے منیجر نے اس پر گہری نظر ڈال کر کہا: "خاتون خیر تو ہے، آپ بہت پر جوش معلوم ہوتی ہیں۔ کہیں کسی کو مار ڈالنے کی نیت تو نہیں ہے" یہ کہہ کر منیجر ہنسنے لگا۔

مدحت خانم بولیں۔ "آپ کیوں مذاق کر رہے ہیں؟"

منیجر نے کہا "اس لئے کہ مجھے شبہ ہے،" وہ پھر مسکرانے لگا۔

جب مدحت خانم ایک درجن کارتوس خرید چکی، تو منیجر نے کہا: "اسی قسم کا نیا پستول آج صبح ایک نوجوان نے خریدا ہے، اور وہ بھی صرف ایک درجن کارتوس لے گیا ہے، وہ بھی بہت جوش میں بھرا ہوا تھا۔ دنیا میں کس قدر مماثلت ہوتی ہے!

مدحت خانم نے اس کی بات پر کان نہیں دیئے اور قیمت ادا کر کے دوکان سے نکل آئی، تھوڑی دیر میں وہ اپنے بنگلے پہنچ چکی تھی۔ مسٹر مسعود ہنوز سیر سے فارغ ہو کر واپس نہیں پلٹے تھے،

پھر مدحت نے چند خطوط لکھے، انہیں ملازم کے ہاتھ پوسٹ کرا دیا۔ اور خود کمرے کا دروازہ بند کر کے لیٹ گئی۔

اندھیری رات ہے، گھنٹہ گھر نے ابھی پورے بارہ بجائے ہیں۔ کتوں کی بھوں بھوں بند ہو چکی ہے، دریا گنج پر ایک سناٹا چھایا ہوا ہے، مسٹر مسعود کے بنگلے میں سے کوئی دبے پاؤں نکلا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ سیاہ لباس پہنے ہوئے، کیونکہ تاریکی میں سوائے نقل و حرکت کے کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ یہ شخص کچھ بڑبڑاتا جاتا ہے، اس کے منہ سے "جمنا کا کنارہ، جمنا کا کنارہ" الفاظ زیادہ زور سے نکل کر ہوا میں گونج رہے ہیں۔ اب وہ لال قلعہ دہلی کے نیچے پہنچ گیا۔ جہاں سے سیدھا جمنا کے رخ روانہ ہوا ہے، اس کی آواز بہت بھرائی ہے، اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کے قبل خوب رو چکا ہے قلعہ کی سنگین فصیل سے گذر کر اب وہ عین ساحل جمنا پر کھڑا ہے،

"بس اب زندگی کا پیار باقی نہیں رہا" بمشکل اس کی بھرائی ہوئی آواز سے یہ کلمات ادا ہوئے تھے کہ کسی آنیوالے نے پیچھے سے للکارا۔ "کون؟"

"ایک مایوس عورت کے لباس میں جو خودکشی کرنے کیلئے یہاں آئی ہے"

آنے والے نے کہا: "خوب! میں بھی اسی ارادہ سے آیا ہوں"

"تو پھر کیا دیر ہے — لیکن آہ اپنے آپ جان دینا بڑا دشوار کام ہے، اچھا تو ایسا ہو سکیگا

کہ ہم تم ایک دوسرے کے مقابل کھڑے ہوں اور ایک ساتھ فیر کریں۔ تم مجھ پر فیر کرو، میں تم پر کروں۔"

"لیکن پہلے پتہ نشان بتادو۔"

"نہیں خبردار! "

"بہت اچھا، یوں ہی سہی۔"

اب دونوں آمنے سامنے تین فٹ کے فاصلے پر کھڑے ہوگئے، دونوں لرزہ براندام تھے، دونوں نے آنکھیں بند کیں، اور میگزین والے پستولوں سے فیر کرنے لگے، ایک، دو، تین، چار، پانچ، فیر ہر ایک نے کئے، پستولوں کا دھماکا ساحل پر بڑے زور سے ہوا لیکن دونوں کے گرنے کی آواز نہیں آئی، ایک سے، دوسرے نے پوچھا "کیا مر گئے؟" لیکن زندہ تھے! دفعتاً ایک نے اپنا برقی لیمپ جلایا۔ اور دوڑا دوڑ کر لپٹ گیا۔ "ہائے ارشاد تم ہو! "

دوسرے نے کہا "ارے مدحت! اے خدا میں کیا دیکھ رہا ہوں! "

متواتر پندرہ منٹ تک دونوں بغلگیر رہے، اور کانپتے رہے،

جب دم میں دم آیا تو مدحت نے بہت دیر کے بعد کہا "اب ہمیں کوئی جدا نہیں کرسکے گا۔"

جب ارشاد نے پوچھا کہ کیا ماجرا ہے۔ تو مدحت نے جواب دیا۔ کہ "کرنیل ہنکن نے مشتبہ ہوکر ہم لوگوں کو نقلی کارتوس دیئے تھے، ضرور یہی ہے، انھیں یقین تھا کہ کہیں کچھ نہ کر گزریں! "

ارشاد نے ہنسکر کہا۔ خوبی تقدیر ہے!

دن نکلتے ہی تمام شہر میں یہ خبر پھیل گئی، اور پھر عام رائے کے آگے مسٹر مسعود کو سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ اب ارشاد، مدحت، کا دائمی رفیق اور شوہر بن گیا ہے اور مسٹر مسعود ہی کے بنگلے پر وہ لطف سے زندگی بسر کرتے ہیں

سامانِ تفریح

خطابات کے دلدادہ لوگ

سامنے آیا جو ناکامیٔ قسمت کا گزٹ
ہوگیا ساری امیدوں کا علاقہ کورٹ
حرفِ امید جو اخبار میں آیا بہ نظر
سکتۂ داد و دہش ہوگیا اپنا سلیٹ
آہ تقدیر کہ ہم اب بھی ہیں محرومِ خطاب
کس سے جاکر کریں اس سوزشِ پنہاں کی رپٹ
سرکشی ملک سے کی، قوم کے غدار بنے
سجدہ ریزی سے بھی صاحب کی اڑا دی چوٹ
وہ خوشامد کی کہ آدمی ہوئی گھس گھس کے زبان
نہ ملی بادۂ امید کی سیپر بھی تلچھٹ
دشمنِ مدکو یہ معلوم نہیں، دل کی جلن
پھونک دے گی مری، ہر آہ کے شعلہ کی لپٹ
وائے قسمت کہاں تقدیر کو پھوڑیں جاکر
لشکرِ ہوش و خرد نے ہی کھایا گھونگھٹ
سختِ مد سے ہے گلہ شکوہ کسی سے کیا ہو
جبکہ تقدیر ہی کہتی ہو کہ چل دور ہو ہٹ
سرفرازی نہ ملی کوششیں بیکار ہوئیں
ہائے عیار و ستمگار ہے قسمت نٹ کھٹ

یاس سے کیوں نہ مریں ہندو و مسلم دونوں
مقبرے کیوں نہوں تعمیر ہمبری سب مرگھٹ
جو خطابوں کیلئے ملک کے غدار ہیں
ایسے انساں نہ ہوں کیوں قوم میں کوتاہ کرگٹ

(ریاست)

لطائف و ظرائف

ایک سپاہی بندوق لئے ایک بنئے کی دوکان پر بیٹھا تھا۔ بنیا بار بار کہتا تھا "جمعدار صاحب، اپنا منہ اُس طرف کرکے بیٹھو" لیکن اس بنئے کا مطلب سپاہی کی سمجھ میں نہ آیا۔ وہ اسی طرح بیٹھا رہا۔ یہ دیکھ کر بنیا جُھنجلا اٹھا۔ کہنے لگا:-

"کیوں جمعدار! کیا سچ مچ تم میری جان ہی لیکے چھوڑو گے؟ مہربانی کرکے اپنی بندوق کی نالی اس طرف کرلو۔"

سپاہی: "سیٹھ صاحب! بندوق تو خالی ہے آپ ناحق ڈرتے ہیں۔"

بنیا: "جمعدار! جو سو بار بھری ہوئی چلتی ہے اسے ایک بار خالی چلنے کیا دیر لگتی ہے؟"

اجنبی: "کیوں جناب! ہسپتال پہنچنے کا نہایت آسان راستہ کون سا ہے؟"

مسخرا: "چلتی ریل گاڑی کے نیچے دب جائیے"

ایک شخص نے کسی ساہوکار سے کہا: "میری دو باتیں مان لو۔ اول یہ کہ مجھے دو روپئے بطور قرض دو۔ اور دوسری یہ کہ دو سال تک تقاضہ نہ کرو۔"

ساہوکار نے جواب دیا: "تمہاری پہلی بات تو مجھے منظور نہیں۔ لیکن خیر تمہارے کہنے سے دوسری بات منظور کئے لیتا ہوں۔ جب تمہارا جی چاہے دیجانا۔ میں دو سال تک تقاضا نہ کرونگا۔"

مدرس (شاگردوں سے) شمالی امریکہ میں ایک جگہ ایسی ہے، جہاں بارہ مہینے تیس دن بہار کا موسم رہتا ہے۔ میرے خیال میں تم سب ایسی جگہ رہنا پسند کروگے۔

ایک لڑکا (منہ بناکر) جناب! میں تو ایسی جگہ کبھی بھی رہنا پسند نہ کرونگا۔"

مدرس: "کیوں؟"

لڑکا: "وہاں نہ تو ہمیں گرمی کی چھٹیاں ملیں گی اور نہ بڑے دن کی۔"

ایک لڑکا (اپنی ماں سے) "اماں! آج ہمیں سکول میں یہ سبق پڑھایا گیا ہے۔ کہ جو کچھ تم آج کر سکو اُسے کل پر نہ چھوڑو؟"

ماں: "بات تو بہت ٹھیک ہے۔"

لڑکا (تھوڑی دیر ٹھہر کر) "تو اماں! الماری میں جو مربہ رکھا ہے، اُسے کل کیلئے کیوں چھوڑوں؟ آج ہی کیوں نہ ختم کردوں؟"

لڑکا: "اماں! مجھے تو باہر جاتے ہوئے ڈر لگتا ہے، دیکھو تو رات کتنی اندھیری ہے؟"

ماں: "بیٹا! تو جوان ہوگیا ہے منہ پر تیرے داڑھی آگئی ہے، اور ابتک ڈرتا ہے!"

لڑکا: "اماں! داڑھی بھی کوئی مشین گن ہے کہ جب ڈر لگے تو مدد دے؟"

نوائے ناز

قطرہ والو! کمال وہرفانی دیکھتے جاؤ
الٹتی ہے لباسِ زندگانی دیکھتے جاؤ،
وہ آئی اور چھٹے آسمانی دیکھتے جاؤ
وتاثیرِ دعائے کامرانی دیکھتے جاؤ،
ذوقِ عشق کی یہ شعلہ سامانی معاذ اللہ!
مجھے دیکھو، میرا سوزِ نہانی دیکھتے جاؤ،
یہی انصاف ہے انصاف سے کہنا زبان والو!
خموشی میری اپنی لنترانی دیکھتے جاؤ،
مجھے بھی دو ذرا اذنِ تکلم میں بھی کچھ کہلوں
فدا میری بھی اب شعلہ بیانی دیکھتے جاؤ
معاذ اللہ! چشم خونفشاں کی دجلہ سامانی
گزر جانے کو ہے اب سر سے پانی دیکھتے جاؤ،
میں سُن تو لیتا ہوں سب کی، مگر اپنی نہیں کہتا
زباں رکھنے پہ میری بے زبانی دیکھتے جاؤ،
یہ بے کیفی، یہ بے لطفی، یہ تاریکی، یہ سناٹا،
ادھر بھی آؤ شامِ زندگانی دیکھتے جاؤ،
نہ بہکو نشۂ ہستی میں نو آموزِ مے نوشی!
مآلِ زندگی ہے سرگرانی دیکھتے جاؤ،
خدا چشم حقیقت بیں کو تم اذنِ تماشا دو
ابھی کھلتا ہے رازِ وہرفانی دیکھتے جاؤ،
کلامِ ناز کو دیکھو، بیانِ راز کو دیکھو
زبانِ داغ میں لطفِ معانی دیکھتے جاؤ

ابو الفاضل راز چاندپوری

تجلیات

رازِ سربستہ ہوں یا کوئی معمہ ہوں میں
جو کبھی حل نہیں سکتا ہے وہ عقدہ ہوں میں
دلپسندیدۂ صانع ہو وہ نقشہ ہوں نہیں
جس کو پوجا ہو ملائک نے وہ پتلا ہوں نہیں
جس میں دریا نظر آتا ہو وہ قطرہ ہوں نہیں
جس کے ہر گوشہ میں صحرا ہو وہ ذرّہ ہوں نہیں
جس کے ہر ذرّہ میں صحرا ہو وہ ذرّہ ہوں نہیں
جس کے ہر قطرہ میں دریا ہو وہ دریا ہوں نہیں
حُسن خود بیں کا ترے دیکھنے والا ہوں نہیں
دار پر کھینچ کہ منصورِ تمنا ہوں نہیں
نظر آتی ہے مجھے ہستیٔ عالم کچھ اور
بات یہ ہے کہ ترا دیکھنے والا ہوں نہیں
میری ہستی میں نہاں جلوۂ شعریت ہے
حُسنِ خود بیں کے تبسم کا نتیجہ ہوں نہیں
جس پہ بے واسطہ پڑتی ہو شعاعِ خورشید
شبنمستانِ تمنا کا وہ قطرہ ہوں نہیں
میرا ہر سانس ہے اک سانس فنا کی آواز
دمِ مردم کو چ کا پیغام سناتا ہوں نہیں
بیخودی کے مجھے اسبابِ تعلل سے نہیں بحث
یہ بتادے کوئی مرتا ہوں کہ جیتا ہوں نہیں
عرش وہ اس کا کلام اور وہ باتیں پیاری
شوق کے سر کی قسم شوق کا شیدا ہوں نہیں

(حضرت) عرش فاروقی

غزل

سخت سے سخت تھا جو کام وہ آساں نکلا
کار فرمائے محبت دلِ ناداں نکلا
اللہ اللہ تری دزدیدہ نگاہی کا اثر
دل میں ہر قطرۂ خوں کاوشِ پیکاں نکلا
منتشر یوں ہم و بے ربط و گستہ ہے ہے
میرا ہر تارِ نفس تارِ گریباں نکلا
اُف وہ تقدیر جو تدبیر کی پابند رہی
ہائے وہ درد جو منتِ کشِ درماں نکلا
ایک دم کو بھی نہ بیکار رہا دستِ جنوں
ابھی دامن نہ لیا تھا کہ گریباں نکلا
میں سمجھتا تھا کہ کچھ سوز ہے باقی دل میں
وہ بھی تقدیر سے افسردہ حرماں نکلا
آندھیاں دشت میں تاثیرِ جنوں نے چلیں
ذرّہ ذرّہ سے مرا حالِ پریشاں نکلا
شکوہ احباب سے کچھ ترکِ تعلق کا نہیں
درد ہی تھا جو انیس شبِ ہجراں نکلا
چارہ گر اس کو سمجھتا تھا مرے دل کا علاج
کھینچکر تیر جو دیکھا تو رگِ جاں نکلا
کار فرما تھا تری نیم نگاہی کا خیال
دل کے ہر زخم کے پہلو میں نمکداں نکلا
وائے تقدیر کہ اک لختِ جگر ساتھ نہیں
اشکِ حسرت بھی عجب بے سر و ساماں نکلا
لُطفِ ہنگامۂ غم کا نہ اٹھایا نادی
دو گھڑی کا دلِ بیتاب بھی مہماں نکلا

نادی مچھلی شہری

کسی کی تصویر

اس درجہ محبت ہے گلوگیر کسی کی
سینے پہ رہا کرتی ہے تصویر کسی کی
دیکھو تو بتِ ہوش رُبا کی تصویر!
شوخی کی، شرارت کی، ادا کی، تصویر
آتی ہے بناوٹ پہ ہنسی اے شاکر
بن بیٹھے ہیں فوٹو میں حیا کی تصویر

شاکر میرٹھی
(عالمگیر)

اتحاد بکڈپو کی قابل دید کتابیں
آغاز وانجام
مترجمہ
محمد مارماڈیوک پکتھال نومسلم انگریز کا معرکۃ الآرا
تاریخی ناول ہے۔ جس میں ترکی کے انقلاب کو قرآن مجید کی
تعلیم کی روشنی میں پیش کرکے نہایت دلچسپ نتیجہ نکالا
گیا ہے۔ اس کتاب میں ناول، تاریخ، تفسیر سب کا
لطف آتا ہے۔ خواتین بھی دلچسپی کے ساتھ پڑھ سکتی ہیں
قیمت مع محصولڈاک ۱۲؍ حجم دو سو چار صفحے،
ٹائٹل پر مصنف کا خوبصورت فوٹو ہے
ہندو مسلم اتحاد
مہاتما گاندھی نے ہندو مسلم
اتحاد کے مسئلہ پر جس قدر مضامین
لکھے ہیں اونکو جمع کرکے کتاب
کی شکل میں پیش کردیا گیا ہے
صرف چار آنے کے ٹکٹ بھیجکر
منگا لیجئے۔
آزادی اقوام
روس کے مشہور فلسفی ٹالسٹائی
کی معرکۃ الآرا تصنیف کا ترجمہ ہے
جس میں قوموں اور خصوصاً مزدور
پیشہ لوگوں کی آزادی و غلامی پر
نہایت دلچسپ بحث ہے۔
چھ آنے کے ٹکٹ بھیجکر منگا لیجئے۔
خانقاہ اشرار
یا
صوفی نما شیطان
کیا آپکو معلوم ہے کہ بعض خانقاہوں
میں کیا ہوتا ہے اگر نہیں معلوم تو خانقاہ
اشرار پڑھئے۔ یہ دلچسپ فسانہ گذشتہ سال
اتحاد میں قسط وار شائع ہوچکا ہے
چار آنے کے ٹکٹ بھیجکر
معماران کعبہ
کعبہ کی مکمل تاریخ ہے کب تعمیر ہوا
کس کس زمانہ میں کیا تغیرات ہوئے۔
نہایت معتبر کتب تاریخ سے استدلال
کیا گیا ہے۔ نہر زبیدہ اور کعبہ کے دیگر
متعلقات کی بھی تاریخ موجود ہے
آٹھ آنے کے ٹکٹ بھیجکر
منگا لیجئے
مصنفہ
علی بہادر خاں
ترکی زبان
ترکی زبان کے مکمل قواعد، مکمل لغات، حروف کے خواص، زبان
کی عام خصوصیات اس کتاب میں موجود ہیں۔ اردو زبان
میں اپنی نوع کی پہلی کتاب ہے۔ ٹائٹل پر مصنف
کا فوٹو ہے قیمت صرف ۸؍
دفتر اتحاد بمبئی نمبر ۹

مُلّانی ماں

(از نسیم فردوسی)

(۱)

عروس البلاد بمبئی کی یوں تو ہر ادا پیاری اور ہر طرز پسندیدہ ہے، لیکن اس کے جس انداز سے آج ہم ناظرین کو آشنا کرنا چاہتے ہیں وہ کہیں زیادہ دلچسپ اور سبق آموز ہے،

صبح سے رات گئے تک اور خصوصاً شام کے وقت شہر کی مصفا سڑکیں، دلفریب پارک و باغات، اور سمندر کے کنارے کا صحت بخش خطہ، زرق برق مگر نیم برہنہ زنان مغرب کی حسن نمائی سے معمور نظر آتا ہے، دن بھر کے تھکے ماندے افسردہ دل اور آشفتہ دماغوں کے حق میں ان بتان آذر کی جلوہ ریزیاں عیسیٰ نفس ثابت ہوتی ہیں۔ کثیر التعداد برقی قمقموں کی نور پاشی پریشانی خاطر کیلئے لمحۂ سکون و اطمینان کا پیغام ہوتی ہے۔ اور یقیناً اس عظیم الشان شہر کی سحر کاریاں اور جدت طرازیاں ہر نووارد کو مسحور و مبہوت بنا دیتی ہیں،

نظام قدرت کا یہ ایک پرانا قانون ہے کہ ہر حاکم قوم کی طرز معاشرت کا اثر محکوم قوم پر پڑتا ہے، دنیا جانتی ہے کہ پارسی جو احاطۂ بمبئی میں نہایت بہتات سے بستے ہیں۔ تہذیب مغرب کے دلدادہ ہیں۔ اور اسکی تقلید ان میں دن بدن ترقی پر ہے، ہندوؤں میں تو ہمیشہ سے پردہ مفقود ہے، چنانچہ وہ بھی قومیت کا رنگ لئے ہوئے مغربی آزادی سے کم و بیش لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ لیکن کون جانتا ہے کہ اس آزاد ندی کا ایک عکس لطیف بھی ہے۔ جو ابھی تک "مسلم" کے ہم رنگ میں پنہاں ہے۔

(۲)

میمونہ غسل کرکے آئینہ کے سامنے کھڑی ہے اس کے گدرے جسم سے جس میں خون کی سرخی نمایاں ہے، پانی کے سفید قطرے موتیوں کی طرح پھسل رہے ہیں۔ اس کی سرخ سرخ آنکھیں اور لگاتار جمائیوں کا سلسلہ کم خوابی کا ثبوت دے رہی ہیں۔ برسات کی ٹھنڈی ہوا کے تیز و تند جھونکے دریچے سے گذر کر اس کے سیاہ لمبے بالوں کو چھیڑ رہے ہیں، میمونہ کو آئینہ میں اپنے حسن ظاہری کے بغور مطالعہ کی محویت سے فرصت ملی تو خنکی محسوس ہوئی، جسم کو جلد جلد ایک سفید تولیہ سے پونچھا۔ بالوں کو بکھیر بکھیر کر خشک کیا۔ اور سنگار دان کھولکر بیٹھ گئی، جس میں متعدد قسم کے پاؤڈر، لونڈر، کریم، تیل اور عطر وغیرہ بھرے پڑے ہیں۔ کمرے کی فضا خوشبوؤں سے گونج اٹھی، اور ہوا معطر ہوگئی،

سب سے پہلے منھ پر ایک سفید کریم کی مالش کی گئی، پھر بالوں میں تیل لگایا گیا۔ مانگ سنواری گئی، چوٹی درست کیگئی، بعد ازاں چہرہ کو تولیہ سے دوبارہ صاف کرکے پاؤڈر کی سفیدی کی گئی، اور سب سے آخر میں ہونٹوں پر ایک سرخ رنگ کی کریم ملی گئی، ابھی سرمہ باقی رہ گیا تھا، چنانچہ سرمہ بھی لگایا گیا۔ اور صندوق کھولکر ایک سبز رنگ کا گاؤن نکالا گیا۔ اسے بھی خوشبوؤں سے شرابور کردیا گیا۔ اب گھٹنوں تک کے ریشمی موزوں اور اونچی ایڑی کے انگریزی جوتوں کی باری تھی۔ دس منٹ بعد میمونہ مکمل طور پر ملبوس ہوکر مغربی نسائیت کی داد دینے کیلئے دوبارہ آئینہ کے سامنے کھڑی ہے، اگرچہ سرمہ، پاؤڈر، اور خوشبوؤں کے استعمال کرنے میں فیشن کے خلاف کئی لغزشیں سرزد ہوئیں۔ لیکن تاہم بہ حیثیت مجموعی وہ ایک خوبصورت "مس مغرب" نظر آتی ہے

میمونہ یہاں کے ایک اردو مدرسہ میں معلمہ کے عہدہ پر مامور ہے، اس نے چوتھی جماعت تک تعلیم پائی ہے، اس کی لیاقت صرف اردو کی چند درسی کتابوں تک محدود ہے، کتب بینی کا شوق یہاں کے عام معلمین و معلمات کی طرح اس میں بھی یکسر مفقود ہے، اسے تفریح کی خواہش نہیں۔ البتہ تفریح گاہوں میں پہونچکر مختلف الوضع انسانوں کی تراش خراش کا بنظر عمیق مشاہدہ کرنے کا شوق ہے، وہ سوا چند مشہور میلوں ٹھیلوں کے اور کہیں نہیں آتی جاتی۔ کیوں کہ وہ ابھی تک کنواری ہے اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ وہ مہینہ میں اتنا کما لیتی ہے جو باوجود ان "لوازمات مغربی" اس کی ذات کیلئے کافی ہوتا ہے۔

میمونہ نے کپڑے وغیرہ بدلنے سے فراغت حاصل کرکے اطمینان کا ایک لمبا سانس لیا۔ دیوار پر لگی ہوئی کلاک سے اپنی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی کا مقابلہ کیا۔ ساڑھے نو بج رہے تھے، فوراً کھانا کھاکر اسکول روانہ ہوگئی۔

(۳)

زنانہ مدارس عموماً اسی عمارت کے دوسرے حصہ میں ہوتے ہیں جس میں لڑکوں کے سکول ہوتے ہیں۔ میمونہ کا مدرسہ بھی لڑکوں کے مدرسہ کے ساتھ ملا ہوا ہے، جس کے ہیڈ ماسٹر مسٹر منظور حسن ہیں۔ مسٹر منظور حسن وہ بھی ایک روز پہلے اس مدرسہ میں تبدیل ہوکر آئے ہیں، اور اس مقام کیلئے قطعی اجنبی ہیں، نئے

"آپ یہاں کتنے عرصہ سے ہیں جناب؟"
"کوئی تین سال سے"
"آپ کے وطن میں اور کون ہے، جناب"
"سارا کنبہ ہی ہے"
"آپ یہاں کہاں رہتے ہیں، جناب"
"بازار میں"
"ہر طرز ل ہا...... آپ —— آپکی شادی ہوگئی ہم نداب ؟"
(تھوڑی دیر سکوت کے بعد) "کیوں؟"
"یونہی"
"آخر!"
"بس یونہی"
"نہیں"
میمونہ نے تھوڑی دیر کچھ سوچنے کے بعد کہا:-
"آپ تو —— جناب! اس سوال سے کچھ پریشان سے ہوگئے"
"نہیں پریشان تو نہیں ہوا۔ کیونکہ میں پہلے ہی سمجھے ہوئے تھا کہ آج خیریت نہیں ہے، لیکن میں آپکے سوال کا مقصد نہیں سمجھ سکا"
جواب میں میمونہ نے کچھ انداز سے مسکرا دیا کہ مسٹر منظور مطمئن ہوگئے،

(۶)

حاجی محمد حسین نہایت دیندار اور خدا ترس آدمی ہیں۔ میمونہ کے سوا ان کے کوئی دوسری اولاد نہیں ہے، اسی لئے وہ اس کے طرز عمل سے کسی قسم کا تعرض نہیں کرتے بلکہ خوش ہیں کہ ان کی اکیلی چہیتی بیٹی نہایت شاندار زندگی بسر کر رہی ہے، وہ خود ایک مل میں کام کرتے ہیں۔ اور اتنا کما لیتے ہیں کہ اپنا اور اپنی ضعیف العمر بیوی کا خرچ چلا لیں، میمونہ کو ان کی صحبت ایک آن نہیں بھاتی۔ اور اسی لئے اس نے مکان کی بالائی منزل پر ایک کمرہ اپنے لئے مخصوص کر لیا ہے،

میمونہ نے مسٹر منظور سے شادی کرنے کیلئے اپنی رضامندی کا ہر ممکن طریقہ پر اظہار کر دیا ہے، مسٹر منظور نے بھی میمونہ کو اپنی زوجیت میں قبول کر لینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اور خالہ ماں کے ذریعہ حاجی محمد حسین کو بھی اس کی اطلاع ہوگئی ہے،

میمونہ کے والد اگرچہ غریب ہیں، لیکن غیر قوم میں شادی کرنا معیوب سمجھتے ہیں۔ چنانچہ وہ مسٹر منظور کو شمالی ہند کے باشندہ ہونے کی وجہ سے لڑکی دینے کو طیار نہیں ہیں۔ میمونہ ابتک اپنے کو ہر معاملہ میں والدین کی دست برد سے آزاد تصور کرتی تھی۔ لیکن اب وہ دیکھتی ہے کہ شوہر کے انتخاب کے متعلق وہ سراسر والدین کی رہین منت ہے۔ اپنی تمام قوم میں اسے ایک فرد بھی ایسا نظر نہیں آتا جو اس کی تائید یا حمایت میں آواز بلند کرے، آخر خالہ ماں نے جو اس کی ہم قوم بھی ہے اس کے والدین کو سمجھانے بجھانے سے زیادہ انھیں ورغلانا شروع کیا۔ اور مسٹر منظور کی جھوٹی سچی تعریفیں کرکے ایسے سبز باغ دکھائے کہ انھوں نے چاروناچار حامی بھر ہی لی۔

(۷)

مسٹر منظور ہر وقت میمونہ کی تعلیم میں سرگرم رہا کرتے ہیں۔ وہ اس کے سامنے "انقلاب خیز" تقریریں کرتے ہیں۔ پوری "تبلیغی اسپرٹ" کے ساتھ مباحث کا دفتر کھول دیتے ہیں۔ اور اسے تہذیب جدید کی روشنی میں مذہب کی عزت و عظمت کا سبق دیتے ہیں۔

دو سال بعد، میمونہ علمیت کی حیثیت سے مغربی خواتین کی ہم پلہ ہے، اور طرز معاشرت کے لحاظ سے اپنی مشرقی بہنوں کی ہمسر،

[نوٹ: اس فسانہ میں سب نام فرضی ہیں۔ "امجاد"]

غزل

(از ماسٹر منیر الہ آبادی)

گلشن ہستی کے ہر گل کو پریشاں دیکھ کر
بھر گیا جی گردش آشوب دوراں دیکھ کر

کانپ اٹھتی ہے زمیں بھی ڈر سے قتل عام کے
ہاتھ میں اُس تُرک کے شمشیر عریاں دیکھ کر

بھید تھا کیا جانے کیا، سکتے میں دونوں رہ گئے
دیکھ کر بیکاں کو دل، اور دلکو بیکاں دیکھ کر

چارہ گر نے بھی تو اضع کی نمکپاشی سے خوب
زخمہائے دل کو پابند نمکداں دیکھ کر

بُت ہی اب ہوتے ہیں قرباں مجھ پہ پروانہ صفت
دلمیں روشن میرے شمع نورِ ایماں دیکھ کر

تھکر رہا ہے دم بخود اک دوسرے کو غور سے،
اُن کو آئینہ، وہ آئینہ کو حیراں دیکھ کر

بھولا پن اللہ رے انکا قتل کرکے زار زار
رو رہے ہیں مجکو خاک و خوں میں غلطاں دیکھ کر

پڑھتا ہے مطلب سے نفلیں اپنے، شیخ چالباز
بندگی کرتا ہے، پر آساں سے آساں دیکھ کر

کیس! دلیری سے وہ بیٹھے پردا سر مقتل کھڑے
ہنس رہے ہیں منظر خون شہیداں دیکھ کر

ہجر میں اُس بیوفا کے مر گئے آخر منیر
زندگی مشکل سمجھ کر، موت آساں دیکھ کر

افواہ ہے کہ اعلیحضرت نظام دکن کے پاس کوئی مراسلہ آیا ہے جس میں اُنپر متعدد الزامات عاید کرکے یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ پریسیڈنٹ کونسل، وزیر مالیات وزیر مالگذاری، اور ڈائرکٹر جنرل پولیس کے عہدوں پر برطانوی افسران کا تقرر کریں۔

انگریزی چہرہ انگریزی آئینہ میں

عیاش موٹر ڈرائیور پر مقدمہ

آزادی کے مضر نتائج

لائنل جانسن ایک موٹر ڈرائیور ایک عورت کی بے عزتی کرنے کے جرم میں ماخوذ تھا۔ پولیس نے عدالت میں بیان کیا کہ تقریباً ساڑھے دس بجے رات کو ایک ۱۹ برس کی عمر کی ملر نامی لڑکی اپنی سہیلی مس کیتھلین ایڈ منڈز کے ہمراہ گھر آ رہی تھی، راستہ میں انھیں ملزم ملا، جو اپنے موٹر میں آ رہا تھا۔ اس نے اُن سے کہا کہ وہ موٹر میں بیٹھ جائیں۔ تاکہ اُنھیں گھر پہونچا دیا جائے، دونوں لڑکیوں نے اس دعوت کو قبول کر لیا۔ اور ملزم شرلی (ایک مقام کا نام ہے) کی طرف موٹر لیچلا۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد جانسن نے اُن سے شراب پینے کو کہا جس پر دونوں لڑکیاں راضی ہو گئیں۔ اس کے بعد ملزم نے موٹر کو لیجا کر گیرج (موٹر خانہ) میں چھوڑ دیا۔ بعد ازاں تینوں وہاں سے نکلے اور دوسرے کمرے میں پہونچے۔ لڑکیاں بیٹھ گئیں، اور تینوں نے پھر شراب پی۔ ملزم نے اس کے بعد بدکاری کی درخواست کی جسے دونوں لڑکیوں نے نامنظور کر دیا۔ نوبت ہاتھا پائی تک پہونچی۔ جس میں ایک لڑکی نے ملزم کی انگلی میں دانت کاٹ لیا۔ مس ملر نے جو ایک خوبصورت عورت ہے جرح کے دوران میں کہا:-

وکیل: "کیا تم دونوں نے موٹر خانہ میں جانسن کا بوسہ لیا تھا۔"

مس ملر: "نہیں، بلکہ اُس نے ہمارے بوسے لئے"

چونکہ ثبوت کافی نہ بہم پہونچ سکا اس لئے جوری نے ڈرائیور کو رہا کر دیا۔

ترشے ہوئے بال

فیشن کی پابندی کا انجام

جب میڈم مارسل چوٹمپس نے اپنے بال ترشوانے کا فیصلہ کیا تو شاید اُسے اس کا انجام نہیں معلوم تھا، کہ وہ ایک ایسی حرکت کر رہی ہے جو اسے شوہر سے محروم کر دیگی، آخر پیرس کی عدالتوں میں اُسے اپنی حرکت کی اصلیت معلوم ہوئی۔

میڈم چوٹمپس نے ایک سہ پہر کو اپنے شوہر کو حیرت میں ڈالدیا جبکہ وہ نائی کی دوکان سے بال ترشوا کر گھر میں داخل ہوئی۔ مسٹر چوٹمپس نے دیکھا کہ اس کے وہ گھونگھریالے بال ندارد ہیں۔ جسے وہ پسند کرتے تھے، وہ حیران رہ گئے اور انھیں سخت ناگوار ہوا۔ اور انھوں نے کہا:- "اگر تمھاری یہی حالت ہے . . . ."

میڈم چوٹمپس نے اس کا مطلب خود ادا کر دیا۔ "تو سوا اس کے کہ میں یہاں سے چلی جاؤں اور کوئی علاج نہیں ہے" چنانچہ وہ چلی گئی، مسٹر چوٹمپس نے کچھ عرصہ تک بیوی کی واپسی کا انتظار کرنے کے بعد باقاعدہ علیحدگی کیلئے مقدمہ دائر کر دیا۔ جسے عدالت نے منظور کر لیا۔ میڈم چوٹمپس نے اپیل کی۔ لیکن سب سے بڑی عدالت نے یہ فیصلہ کیا کہ جو عورت اپنے شوہر کی مرضی کے خلاف اپنے بال ترشواتی ہے اُسے اس کی سزا بھگتنی چاہئے، اپیل خارج کر دی گئی۔

ناجائز تعلقات کا نتیجہ!

بچہ کی پرورش کا مطالبہ

ویرا ٹاٹنل نامی عورت نے مسٹر والٹر بوبیچ پر اپنے بچہ کی پرورش کا دعویٰ دائر کیا۔ جو، ان دونوں کے ناجائز تعلقات کا نتیجہ تھا۔ ایک سولیسیٹر نے بیان کیا کہ ان دونوں میں تقریباً تین سال سے تعلقات ہیں، اور دونوں ایک ہی کارخانے میں کام کرتے ہیں۔ دونوں آپس میں ایک دوسرے کو مضمون محبت آمیز خطوط لکھے ہیں۔ مدعیہ نے اپنے بیان میں کہا کہ مجھے معلوم تھا۔ کہ مدعا علیہ شادی شدہ آدمی ہے، اور اس نے مجھ سے یہ بھی کہا کہ وہ اپنی بیوی سے خوش نہیں ہے، ہم دونوں ایک ساتھ کام پر جاتے تھے، اور جب مدعا علیہ کا کھانا کم پڑ جاتا تھا تو میں اپنا آدھا کھانا اسے دیدیتی تھی۔ جرح میں مدعیہ نے یہ بھی کہدیا کہ میرے ایک ناجائز اولاد بھی ہوئی تھی جو کچھ عرصہ بعد ضائع ہو گئی،

مدعا علیہ نے بیان کیا کہ میری شادی ۱۹۱۹ء میں ہو چکی ہے، اور میرے چار اولادیں بھی ہیں۔ مجھے اور مدعیہ سے تعلقات ضرور تھے لیکن کچھ عرصہ سے میل جول زیادہ نہیں رہا ہے،

چند مزید شہادتوں کے بعد جج نے مدعا علیہ کو دس شلنگ فی ہفتہ ادا کرنے کا حکم دیا۔

شادی شدہ مرد کی غیر شادی شدہ لڑکی سے محبت

نتیجہ خطرناک نکلا

دو متضاد جنس کے انسانوں کے خفیہ تعلقات جو اُن کی زندگی میں پوشیدہ ہے۔ مگر انجام وہ ثابت

ہوئے، ان میں سے ایک مسٹر برنارڈ ہیوئلنڈ تھا۔ یہ شخص شادی شدہ اور ایک بچہ کا باپ تھا۔ محبت کی دار فتگی نے اُسے ایسا بے ہوش بنایا کہ گیس سے اپنا خاتمہ کر بیٹھا۔ دوسری ڈمننے نیر نامی ایک سترہ سال کی عمر کی لڑکی تھی، اُس نے اسی روز اپنی دوکان کی گیس سے جہاں وہ ملازم تھی خودکشی کرلی۔ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ خودکشی سے پہلے اُس نے اپنے ساتھ کام کرنے والی ایک لڑکی سے کہا۔ "تم اس آدمی کو جانتی ہو جسکے ہمراہ میں اکثر جایا کرتی تھی۔ اُس نے آج صبح اپنا خاتمہ کرلیا ہے۔ مجھے اس کی بیوی اور بچہ پر رحم آتا ہے"

دونوں کی موت کے متعلق خودکشی کا فیصلہ کیا گیا۔

بھائی بہن یا میاں بیوی

کشش محبت کا عجیب کرشمہ

ماں باپ کی علیحدگی کی وجہ سے ایک بھائی اور بہن بیس سال تک ایک دوسرے سے جدا رہے، اور آخر عجیب و غریب طریقہ پر ملے، ان کی ملاقات کا نتیجہ بھی کم تعجب خیز نہیں ہے، چنانچہ انپر ممنوعہ قرابت داری کے جرم میں مقدمہ چلایا گیا۔ اور دونوں مسٹر آرتھر کوپر اور فرانسز مارگرٹ کوپر ملزم ثابت ہوئے، وکیل سرکاری نے اس دلچسپ قصہ کو یوں دہرایا کہ دونوں ملزم ایک ہی ماں باپ کی اولاد اور آپس میں بھائی بہن ہیں، ان کے باپ نے ان کی ماں کو ۱۹ء میں طلاق دیدیا تھا۔ اور اس کے بعد پھر وہ میاں بیوی کبھی ایک دوسرے سے نہ ملے، ۱۹۱۳ء میں ان کی ماں فوت ہوگئی، طلاق کے بعد باپ نے بیٹے کو لے لیا۔ اور لڑکی کو اس کی نانی اپنے ہمراہ لیگئی، جہاں وہ ۱۹۲۰ء تک رہی۔ چونکہ باپ کی آنکھیں بصارت کھو چکی ہیں اس لئے بیٹے نے ۱۹۱۴ء میں فوج میں ملازمت اختیار کرلی۔ اُسے اپنے رشتہ داروں کے حالات معلوم کرنے کا بہت شوق تھا۔ چنانچہ اس نے اخبارات میں اس قسم کا ایک اشتہار دیا کہ "کوپر، مارجری کا ۱۹۱۱ء کے بعد سے کچھ پتہ نہیں ہے، اس کا بھائی فوج میں ملازم ہے اس کے حالات معلوم کرنا چاہتا ہے"

اس اشتہار کی خبر ملزمہ کو ہوگئی، اور اس نے اس کا جواب دیا۔ جس وقت ملزم فرانس میں مقیم تھا وہ اپنی بہن کو مس مارجوری کوپر کے نام سے خطوط لکھتا تھا۔ اور اپنے کو "تمہارا بھائی" "آرچی" لکھتا تھا۔ جب ۱۹۲۰ء میں وہ واپس آیا تو اپنی بہن وغیرہ کو دیکھنے گیا، محبت نے دونوں پر کچھ ایسا اثر جمایا کہ انھوں نے رہنے کو ایک دوسرے مقام پر ایک کمرہ کرایہ پر لیا۔ اس کمرہ کی مالکہ ان دونوں کو میاں بیوی تصور کرتی تھی۔ اپنی پوزیشن کو اور زیادہ درست کرنے کیلئے دونوں نے ۱۹۲۰ء میں شادی بھی کرلی۔ اب دونوں ہنسی خوشی ایک ساتھ رہنے لگے۔ یہاں تک کہ ۱۹۲۵ء میں اُن کے کسی دادا یا نانا کا انتقال ہوا۔ اور دونوں ملزم اس کے جنازہ میں شریک ہوئے، وہاں انھیں انکا ایک چچا ملا۔ جو انھیں کنارے لیگیا اور پوچھنے لگا کہ کیا یہ سچ ہے کہ تم دونوں نے شادی کرلی ہے، انھوں نے جواب اثبات میں دیا۔ تو اُن کے چچا نے کہا کہ تم نے بہت بڑا جرم کیا ہے، لیکن انھوں نے اس کی کچھ پروا نہ کی۔ بہرحال کسی نہ کسی طرح دونوں نے علیحدہ ہوجانے کا وعدہ کیا۔ اب پولیس نے بھی تحقیقات شروع کی۔

ملزم نے بیان کیا کہ میرا خیال ہے کہ ملزمہ میری چچازاد بہن ہے، لیکن چونکہ وہ میری ناجائز بیوی ہے، اس لئے میں نے شرمندگی اور بے عزتی سے بچنے کیلئے اسے بہن کہنا شروع کیا۔ ملزمہ نے بیان کیا کہ مجھ سے ملزم کے سامنے ہی یہ کہا گیا کہ میرا باپ دوسرا تھا اور ملزم کا باپ دوسرا۔

اس ملاقات سے ایک بچہ بھی پیدا ہوا تھا۔ جو فوت ہوچکا ہے، جوری نے دونوں کو ملزم پایا۔ لیکن کہا کہ وہ اس حقیقت سے بے خبر تھے کہ یہ حرکت جو وہ کر رہے ہیں قانون کی نظروں میں جرم ہے، جج نے کہا یہ صحیح ہے لیکن ایک بھائی اور بہن کیلئے یہ کتنا بڑا اندھیر ہے۔ کہ وہ میاں بیوی ہوجائیں۔ میں ان کی سابقہ عمدہ چال چلن کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان میں سے مرد کو چھ ماہ قید اور عورت کو تین ماہ قید کی سزائے محض دیتا ہوں۔

مس "ایم" کی ملاقات

نوبت بہ طلاق رسید

مسز ٹرلیسا وکٹوریہ گراڈ نے اپنے شوہر کی بدخلقی اور بدچلنی کی بنا پر درخواست طلاق دیتے ہوئے عدالت میں بیان کیا کہ ۱۹۲۴ء میں ہم میاں بیوی برلن گئے، اور ایک ہوٹل میں مقیم ہوئے، اسی ہوٹل میں کوئی "مس ایم" بھی مقیم تھیں۔ پانچ روز بعد میرا شوہر مجھے چھوڑ کر "مس ایم" کے ساتھ رہنے لگا۔ اور آخر مسٹر گراڈ وہاں سے ایک دوسری عورت لیکر آیا۔ اور یہ مشہور کر دیا کہ میں نے اپنی پہلی کو طلاق دیدی ہے، ڈگری دیدی گئی۔

ہز ہائنس فرمانروائے بھوپال، علیگڈھ

تشریف لیگئے جہاں آپکو متعدد [illegible] کی طرف سے ایڈریس دئے گئے،

میکسیکو میں آجکل مذہب کے خلاف زبردست جنگ چھڑی ہوئی ہے، ایک اطلاع مظہر ہے کہ وہاں کے صدر کے قتل کی سازش میں پولیس نے ۸ عورتوں اور ۲ مردوں کو گرفتار کیا ہے جو اسی لیگ کے ممبر ہیں۔

مس ذکیہ سلیمان الہ آباد میں

مس ذکیہ سلیمان مصری خاتون جو ماہر تعلیم کہی جاتی ہیں دنیا کی سیاحت کیلئے نکلی ہیں، الٰہ آباد میں آپ حال ہی میں پہونچیں۔ اور میجر بخت سنگھ کی مہمان ہوئیں۔ اخبار لیڈر کے نمائندہ نے میجر بخت سنگھ کے مکان پر پہونچکر خاتون موصوف سے ملاقات کی، ان کا پورا نام مس ذکیہ غانم عبدالحمید سلیمان ہے، اور وہ مصر میں چھوٹے بچوں کو تعلیم دینے کے جدید طریقہ کی ڈائرکٹر ہیں۔ آپ ہی اس تحریک کی روح رواں ہیں۔ اور مصر میں حقوق نسواں کی زبردست حامی ہیں۔ قاہرہ میں تعلیم حاصل کرنیکے بعد مس ذکیہ سلیمان انگلستان گئیں اور وہاں چار سال تک مقیم رہیں یعنی ۱۹۱۶ء سے ۱۹۲۰ء تک چلشنم لیڈیز کالج میں پڑھتی رہیں۔ اس کے بعد انہوں نے یورپ کا وسیع پیمانہ پر دورہ کیا اور مختلف ممالک کی تعلیمی حالت کا مطالعہ کیا۔

دورہ کی غرض

جب اُن سے دریافت کیا گیا کہ آپ کے دورہ کی غرض کیا ہے تو مس ذکیہ نے جواب دیا کہ وہ ہندوستان اس غرض سے آئی ہیں کہ یہاں کی تمدنی اور تعلیمی حالات کا مطالعہ کریں۔ نیز اسباق الاشیاء کی تحریک کو ہر دلعزیز بنائیں انہوں نے کہا کہ خود مصر میں یہ طریقہ اول اول ۱۹۱۹ء میں جاری کیا گیا۔ اور ۱۹۲۳ء تک معمولی حالت میں تھا۔ اور اس سے کوئی باخبر نہ تھا۔ اس وقت شیر خوار بچوں کے صرف دو اسکول تھے، جس کی انچارج ایک انگریز خاتون تھیں، لیکن ان مدارس کی طرف عام طور پر لوگوں کا رجحان نہیں ہوا ہے، اور بہت کم اشخاص اُن سے واقف ہیں۔ اگرچہ مس ذکیہ سلیمان ۱۹۲۰ء سے مقصد تعلیم کیلئے مصر میں کام کر رہی ہیں۔ لیکن یہ شعبہ ۱۹۲۳ء میں ان کی موثر نگرانی میں آیا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں اس سرعت کے ساتھ ترقی ہوئی کہ آج اسباق الاشیاء کیلئے ۷ مدارس موجود ہیں اور ہر ابتدائی مدرسہ کے ساتھ ایک مدرسہ اسباق الاشیاء کا شامل ہے۔ ان مدارس کا زبردست و نمایاں پہلو یہ ہے کہ ان میں ۷ سال کی عمر کے لڑکے اور لڑکیاں ایک ساتھ پڑھتی ہیں۔ اس کا کریڈٹ بھی مس ذکیہ ہی کو ملنا چاہئے، جو لڑکوں اور لڑکیوں کی ایک ساتھ تعلیم پر زبردست اعتقاد رکھتی ہیں۔ اور اس دن کے آنے کی امید رکھتی ہیں جبکہ بڑی عمر کے لڑکے اور لڑکیاں یونیورسٹیوں میں ایک ساتھ بیٹھکر تعلیم حاصل کریں گی۔ وہ اس کے خلاف ہیں کہ یونیورسٹیوں میں لڑکوں اور لڑکیوں کی ایک ساتھ تعلیم کا طریقہ فوراً رائج کر دیا جائے، ان کی یہ رائے ہے کہ لڑکوں اور لڑکیوں کیلئے جداگانہ درجوں کے قیام سے اگرچہ جنسی اختلافات کو ترقی ہوتی ہے تاہم عجلت سے مفید نتائج مرتب نہ ہوں گے،

مصر میں تعلیم

جب اُن سے تعلیم کے متعلق مصر کی گورنمنٹ کا رویہ دریافت کیا گیا تو مس ذکیہ سلیمان نے فخریہ لہجہ میں یہ بیان کیا کہ مصر میں سرکاری خرچ سے تعلیم دیجاتی ہے، گورنمنٹ کی طرف سے تمام مصر میں ابتدائی تعلیم کا انتظام سختی سے کیا جاتا ہے، تعلیم کیلئے نیا منشا صادر کیا گیا ہے، اور وزیر تعلیم کی طرف سے میری پوری حمایت کی جاتی ہے۔ حکومت غیر ملکی تعلیم کی حوصلہ افزائی کیلئے کسی بات سے دریغ نہیں کرتی۔ اور ہر سال یورپ اور امریکہ میں تعلیم کیلئے لڑکیاں اور لڑکے بھیجی رہتی ہے، تعلیم کے ساتھ حکومت کی زبردست دلچسپی کا اندازہ اس امر واقعہ سے کیا جاسکتا ہے کہ سال رواں میں مصری حکومت نے طلباء کی سیر و تفریح پر ۱۵ ہزار پونڈ سے زیادہ صرف کیا۔

مصر میں عورتوں کا درجہ

مصر میں عورتوں کے درجہ کے متعلق جب اُن سے دریافت کیا گیا تو مس ذکیہ سلیمان نے بیان کیا کہ مصری عورتیں ہندوستان کی مسلم عورتوں کی طرح پردہ میں نہیں رہتیں۔ عربوں کے یہاں پردہ نہیں ہے، اول اول ترکوں نے مصر میں اسکو جاری کیا۔ باہر نکلتے وقت چہرہ پر نقاب ڈال لیجاتی ہے، لیکن آنکھوں پر پردہ نہیں ڈالا جاتا۔ نقاب ڈالے ہوئے وہ جہاں چاہیں جاسکتی ہیں۔ لیکن سیاسی بیداری کے ساتھ ساتھ مصر کی تمدنی ترقی بھی حیرت انگیز ہے، معاہدہ عظیم کے بعد سے تھوڑا بہت جو پردہ تھا وہ بھی غائب ہوگیا۔ اور اب مصری عورتیں قومی تحریکوں میں آزادی کے ساتھ حصہ لیتی ہیں۔ مصر میں سب سے پہلے جس شخص نے تحریک نسواں کا آغاز کیا وہ قاسم عفیف تھے۔

ہندوستان میں ہندو مسلم تعلقات

جب اُن سے خواہش کی گئی کہ ہندوستان کی ہندو مسلم کشیدگی پر اپنی آزادانہ رائے ظاہر کریں، تو انھوں نے سخت متعجب ہو کر کہا کہ اگر ہندوستان کے مسلمان اسلامی تعلیمات پر زیادہ توجہ کریں تو ان کو معلوم ہوگا کہ

مذہب ظلم و ستم نہیں سکھاتا۔ اسلام لازمی طور پر امن و ترقی کا ایک مذہب ہے۔ اگر وہ قرآن کی تعلیمات کو بہتر طریقہ پر سمجھیں تو پھر کوئی فساد نہ ہو۔ قارئین کرام کو یہ معلوم کر کے مسرت ہوگی، کہ مس ذکیہ سلیمان نے لفظ "محمڈن" پر بابا یا اپنے غصہ کا اظہار کیا۔ وہ "مسلم" کہے جانے پر مصر ہیں۔ اور "محمڈن" کہے جانے پر معترض، انھوں نے کہا۔ کہ انھوں نے کہا کہ مصر میں لوگ ملک کو مذہب پر مقدم سمجھتے ہیں۔ قومی ہیجان کے زمانہ میں مسلمان اور عیسائیوں نے ایک ہی جھنڈے (ہلال و صلیب) کے نیچے مجتمع ہو کر کام کیا۔ اُن سے دریافت کیا گیا کہ ہندوستان کے متعلق آپ کے کیا خیالات ہیں۔ اور سب سے زیادہ متاثر کس بات سے ہوئیں تو انھوں نے فوراً جواب دیا کہ لباس کا اختلاف، آپ لوگ قومی ٹوپی نہیں رکھتے، مس ذکیہ سلیمان اگست کے پہلے ہفتہ تک الہ آباد میں مقیم رہینگی، اس کے بعد وہ کلکتہ بنارس لکھنؤ، نینی تال، آگرہ، دہلی، لاہور، اور دیگر مقامات پر جانے کا ارادہ رکھتی ہیں۔ (ریڈ)

سلطان ابن سعود کے صاحبزادے،

شاہزادہ فیصل نے شاہ حجاز و سلطان نجد کی جانب سے ایک تار دیا ہے جس میں وہ روضۂ رسول کی اپنی جان سے بڑھکر حفاظت کرنے کا جدید وعدہ کرتے ہیں۔

ترکی سازش کے سلسلہ میں جس کا انکشاف ابھی حال ہی میں ہوا ہے، انجمن اتحاد ترقی کے ساٹھ ممبروں پر مقدمہ چل رہا ہے، خیال ہے کہ انھیں کے ذریعہ سے سازش ہوئی تھی۔

ہز ایکسیلنسی سر ہوو اسٹیفنسن کا تقرر سر ہنری وہیلر کی جگہ بحیثیت گورنر صوبہ بہار ہوا ہے،

مسٹر اینتھو، مسٹر گک، اور آنریبل رچرڈ سن نے ہندوستانی طلبا اور ہندوستانی تجربہ سے انگلستان کے کالجوں کیلئے اپیل کی ہے،

فیٹا

...ردوں کے جسم خاص کی فربہی و رازی

کیلئے خاص طور پر مشہور ہے

نامرد، مجلوق، کمزور، تندرست

...وضکہ سب کے لئے آبحیات ہے

...بت فی نمبرا برائے عوام تین روپیہ آٹھ آنہ نمبر ۲ برائے امراء ...

ملنے کا پتہ ہندوستان میں صرف

...رخانہ گھر شاہجہان پور

کاغذی مشین گن

ھل یہ عجا مبلغ پچاس روپیہ انعام ھدیہ عجا

آج کل فی زمانہ تعویذات عملیات کے اشتہار سیکڑوں اخبارات میں نظر آرہے ہیں اشتہاری حکیم تو تھے ہی اب اشتہاری عامل بھی بن بیٹھے۔ جھوٹوں نے سچوں کی قدر کو کھودیا۔ مگر یاد رکھئے جس نے کلام خدا کو بدنام کیا اسکا برا انجام ہوا ہم برعکس اُن جھوٹے اشتہاروں کے اعلان کرتے ہیں کہ جو لوگ اپنے معشوق کے ملنے سے ناامید ہوگئے ہوں، اور تعویذ عملیات سے بد اعتقاد ہوگئے ہیں وہ صرف ایک بار ہمارے کاغذی مشین گن یعنی تعویذ محبت منگا کر آزمائیں، اگر آپکا معشوق آپ کا طالب نہ ہوجائے تو پچاس روپیہ انعام دوں۔ میں ایک پائی دھوکہ سے لینا حرام جانتا ہوں۔ ھل یہ عجا اور ہر قسم کے تعویذات ملتے ہیں۔ عمل ہمزاد بھی سکھایا جاتا ہے،

کے زیڈ۔ اتیج۔ پوسٹ نانوتہ ضلع سہانپور

دھات کے بہنے سے جو شخص کم طاقت ہوگیا ہو وہ آج ہی ایک باٹلی خریدے:۔

ویریل

دوا سے جسم میں عجیب طاقت ملتی ہے، جسم مضبوط اور قد آور ہوتا ہے پہلوان جیسا جسم ہوکر دل کو تسکین دیتا ہے۔ ویریل بہت قیمتی دواؤں سے طیار کرنے میں آتا ہے۔ جس سے زندگی بڑھتی ہے۔ کم طاقتی۔ سرکا درد، تھوڑا چل کر تھک جانا۔ آنکھوں میں اندھیرا چھاجانا دم۔ کھانسی اور کم طاقتوالے انسان کو بہت جلد آرام بخشتی ہے۔ قیمت ایک باٹلی کے پانچ روپیہ چھوٹی باٹلی کی قیمت دو روپے۔ تمام دوا فروشوں کے یہاں سے ملسکتی ہے۔

بمبئی ایجنٹ :۔ اے۔ ایم ٹھکر۔ دوافروش جامع مسجد بمبئی

نقالوں اور حاسدوں سے ہوشیار رہئے

مدفوزا سے پیشتر ہمارا

"گلدستہ بہار عشق" بالکل مفت

طلب کریں کہ جو تمام دنیا میں بہت شہرت حاصل کرچکا ہے ہمارا سب سے قدیمی پتہ:۔ جنرل منیجر شاق سنیاسی صاحب بٹالہ۔ ضلع گورداسپور۔ پنجاب،

شاہی خضاب

یہ خضاب خاص بادشاہوں اور رانیوں کیلئے تیار کیا گیا ہے یہ پانی کی طرح ہے اور سفید بالوں کو پانچ منٹ میں سیاہ وچمکدار بنادیتا ہے

ایک بکس تین ماہ تک چلتا ہے

قیمت فی بکس ایکروپیہ پانچ آنے

ایک درجن کی قیمت دس روپیہ

منگانے کا پتہ

حضرت مولانا عاشق یزدانی

حاجی پیر سید نور شاہ ہمدانی

عطار گلی، ہمدانی بلڈنگ بمبئی نمبر ۹
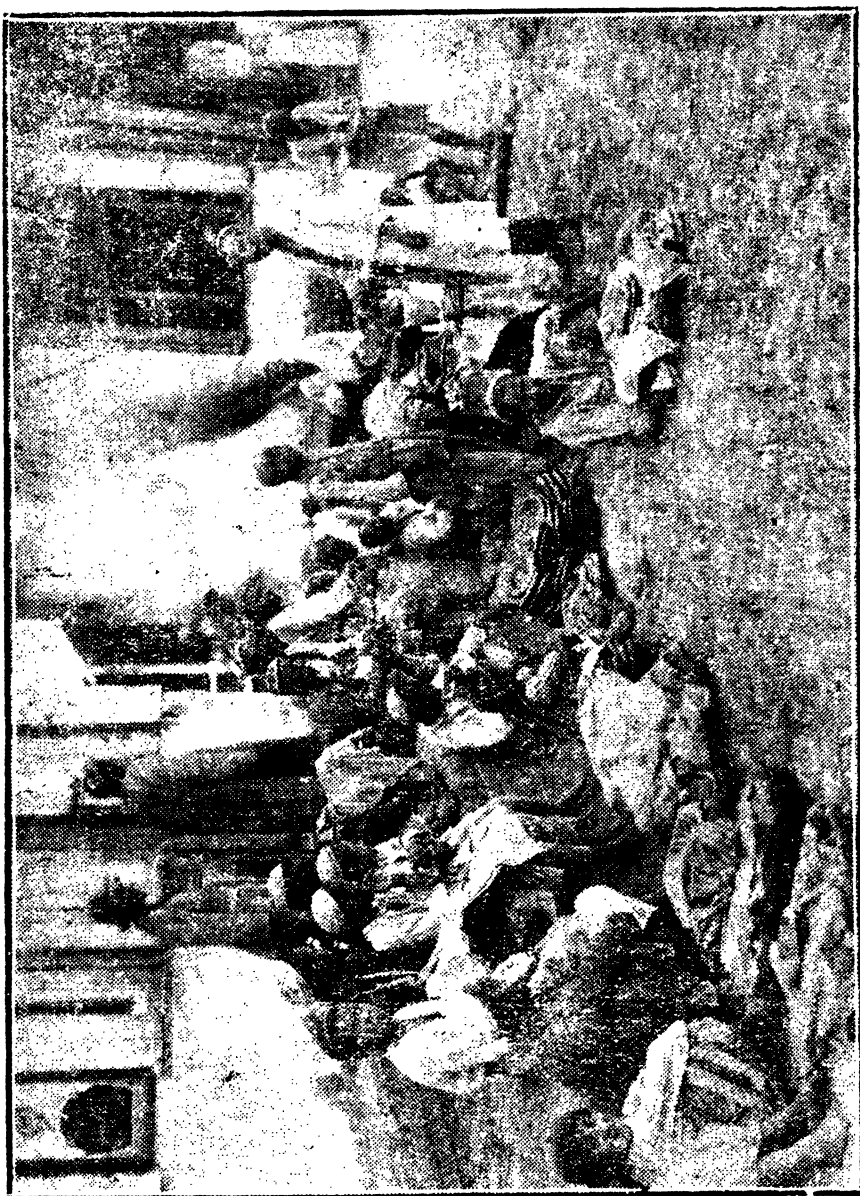
سمرقند میں نان بائی کی دکان

باشندگان سمرقند نان بائی کی دکان پر روٹی خرید رہے ہیں۔

ہیرلڈ لائڈ جو اس دنیا بھر کے ذریب کے مانند بمبئی کو ... بنا دیگا - آٹھ (۸) حصے کی زبردست کیف انگیز
مذاقیہ فلم " شرمیلا ہیرلڈ لائڈ "
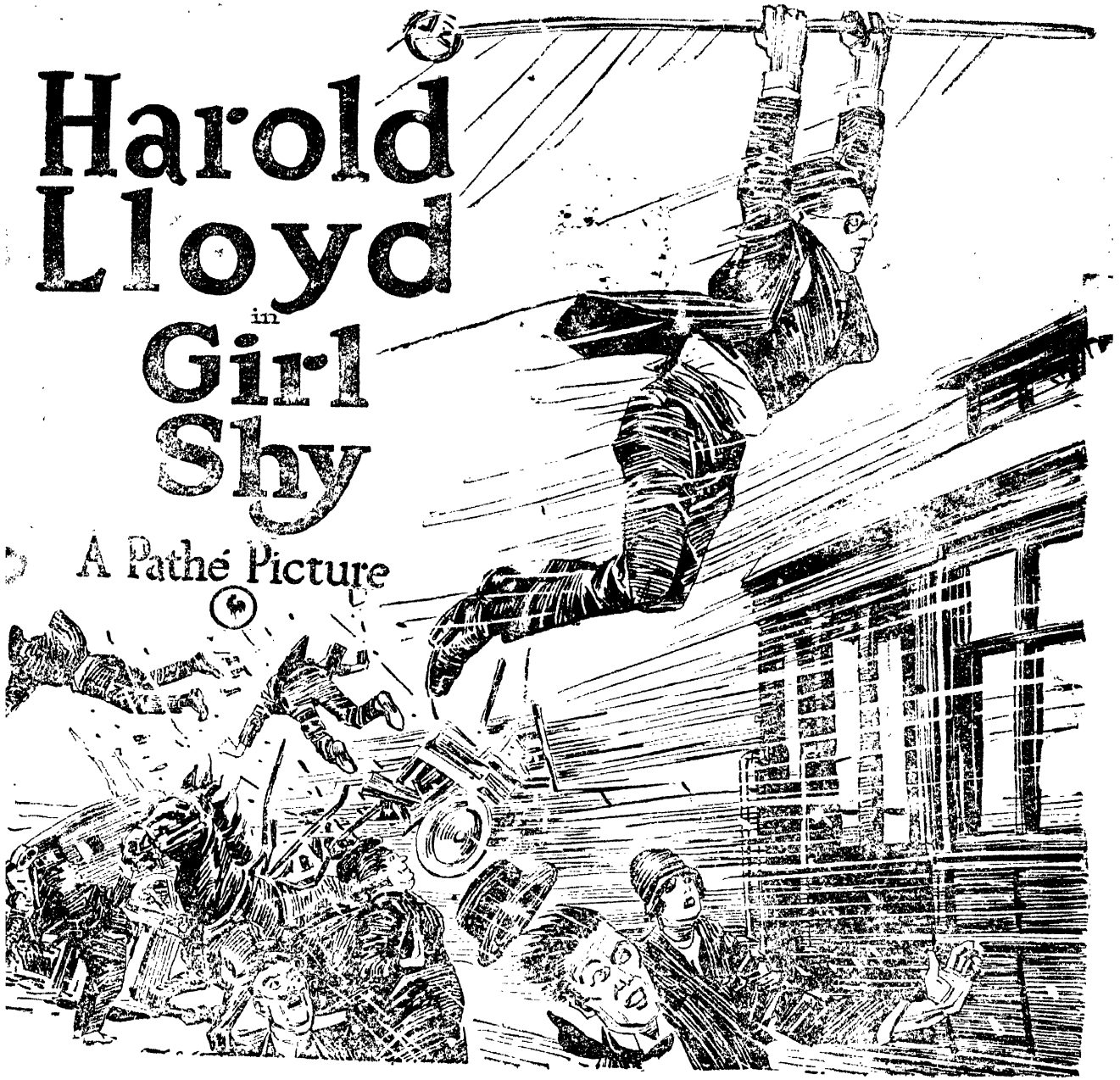
(اوقات) روزانہ صرف تین کھیل بوقت ۶ بجے - ۸ بجے - اور دس (۱۰) بجے شب کو سنیچر انوار اور تہوار کے دن ایک کھیل زائد بوقت چار بجے شام

شرح ٹکٹ ۳ روپیہ ۶ آنہ - و ۳ روپیہ - و ۲ روپیہ ۴ آنہ - و ۱ روپیہ ۸ آنہ - و ۱۲ آنہ - و ۶ آنہ :-

پاتھے سنیما رایل اوپیرا ہاوس چوپاٹی بمبئی

PATHE CINEMA Royal Opara House, Chowpaty, BOMBAY.

Printed by Mohammad Abdur Rahman at Khilafat press, Sultan Mansion Dongri Bombay.
Edited & Published by Ali Bahadur Khan from Ittihad Office Dongri, Bombay,9.